لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

رودادِ

تسبیح بین الاقوامی کانفرنس

16 مئی 2026

سیادت امامت

تنظیم ساداتِ بنی ہاشم پاکستان

تسبیح

انٹرنیشنل کانفرنس

16 مئی 2026

تنظیم سادات بنی ہاشم (تسبیح) پاکستان حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ اور حضرت مخدوم عبد الرشید حقانیؒ کے خانوادوں کی ایک نمایندہ تنظیم ہے جسکا مقصد تربیت ، قیادت، سیادت اور امامت کو دونوں خانوادوں میں فروغ دیکر ان دونوں بزرگوں کے روحانی ورثے ، اخوت، باہمی امن و آشتی، علم و فکر اور مواخات کے احیاکے لیے کام کرنا ہے۔ اس پس منظر میں ان بزرگوں کے فلسفہء تصوف اور تعلیم کو عام کرنے اور ان کی تعلیمات و خدمات کے نہاں گوشوں کو وا کرنا۔

TSBH(تسبیح) سیکٹریٹ لاہور

تربیت قیادت

جملہ حقوق بحق مؤلف و مرتب محفوظ ہیں

نام کتاب : رودادِ کانفرنس

ترتیب وکاوش: ڈاکٹر واجد پیرزادہ

امیر تنظیم سادات بنی ھاشم (تسبیح) پاکستان

ترتیب وکاوش:

کمپوزنگ: محمد صدیق ولی فریدی

کل صفحات: ۲۲۴

اشاعت اول: ۱۶ مئی ۲۰۲۶ء

ناشر: تنظیم سادات بنی ھاشم (تسبیح) پاکستان

پبلشرز: ورلڈ ویو پبلشرز اردو بازار لاہور

ملنے کا پتہ:

بسم الله الرحمن الرحيم

حُسنِ ترتیب

❖	عنوان	تحریر	صفحہ نمبر
❖	پیشِ لفظ	ڈاکٹر واجد پیرزادہ	۷
❖	عصرِ حاضر اور شیخ الاسلام حضرت خواجہ بہاء الدین بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی فکرِ تصوف و طریقت اور کوہستان نمک میں آپ کے خانوادے کے نقوشِ پا اور نشاناتِ منزل	ڈاکٹر واجد پیرزادہ	۹
❖	حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی دین اسلام کے فروغ، امن آشتی، اُخوّت اور یگانگت کے فروغ میں عظیم کردار	ڈاکٹر محمد علی کریمی	۲۱
❖	حضرت بہاء الدین زکریا سہروردی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے نسب کی بحث	پیرزادہ عابد حسین شاہ	۳۱
❖	قطب الاقطاب حضرت سلطان ایوب قتال رحمۃ اللہ علیہ	مخدوم سلیم اختر قریشی	۴۷
❖	حضرت مخدوم رشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب صدری روایات نفسیاتی و سماجی مطالعہ	ڈاکٹر عصمت اللہ شاہ	۵۵
❖	قطب الاقطاب حضرت شاہ رکن الدین والعالم رحمۃ اللہ علیہ کے اسفار اور اہل اللہ و سلاطین سے تعلقات ایک تحقیقی جائزہ	ڈاکٹر مظہر حسین بھدرو	۶۹
❖	تجارت ذریعہ ء فروغ اسلام: حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا بطور عبدالرحمٰن بن عوف ثانی کے کردار	فہیم اعظم قریشی	۷۹
❖	حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور معاشرے پر ان کے اثرات	ڈاکٹر محمد اَنور	۸۳
❖	برصغیر میں سلسلہ قادریہ کے اوّلین پیشوا الشیخ المخدوم عبدالرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ	پروفیسر محمد حسین آزاد	۸۷
❖	منصورہ سندھ کے قریش حکمران	پیرزادہ عابد حسین شاہ	۱۰۱
❖	کلیدِ ربّانیہ در سلسلِ حقّانیہ (تعارف، احوال و تذکار) الشیخ المخدوم حضرت رشید الدین حقانی رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ	مخدوم محمد شہباز شاہ ہاشمی	۱۰۵

اظہارِ تشکر

تنظیم سادات بنی ہاشم (تسبیح) پاکستان ، تسبیح بین الاقوامی کانفرنس ۲۰۲۶ءکے انعقاد اور کانفرنس کی روداد کی طباعت کے سلسلہ میں کانفرنس کے خصوصی تعاون پر سفیر پاکستان جناب امیر علی شاہ صاحب اور پیر شمیم صابری صاحب کلس شریف کو ہدیہ ءتشکر پیش کرتے ہیں۔

پیشِ لفظ

آج دنیا بالعموم اور ہمارا خطۂ ارض بالخصوص ایک خلفشار، ذہنی و فکری انتشار اور پُر فتن دَور سے گزر رہا ہے۔ ایک طرف بچے، نوجوان حتیٰ کہ بزرگ افراد متعدد ذہنی اور نفسیاتی امراض میں مبتلا ہیں، تو دوسری طرف مختلف علاقے عدمِ برداشت، نسل پرستی اور بدامنی کا شکار ہیں، اور بظاہر تیسری عالمی جنگ کے بادل دنیائے عالم پر منڈلاتے نظر آ رہے ہیں۔ عالمی اور علاقائی سطح پر بے گھر، مہاجر اور اذیت سے متاثرہ افراد کی تعداد روز افزوں ہے۔ ایسے میں معاشرے میں برداشت، امن و سلامتی، یگانگت اور رواداری کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔ ان تمام مسائل سے معاشرتی اور حکومتی سطح پر نمٹنا اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک ان کی صفوں (ranks) میں ایک منظم اور باقاعدہ طریقے سے مثبت رویوں کی آبیاری نہ کی جائے۔

ایسا صرف صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کی تعلیمات کو عام کرنے سے ممکن ہو گا، کیونکہ ان نفوسِ قدسیہ نے ہمیشہ معاشرے میں برداشت اور رواداری کو فروغ دیا۔ اس ضمن میں برصغیرِ پاک و ہند میں سلسلۂ سہروردیہ کے امام، جناب حضرت خواجہ بہاء الدین بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے عم زاد حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور فکر و عملِ تصوف کو فروغ دے کر مذکورہ بالا مسائل سے نجات کی راہ ہموار کی جاسکتی ہے۔

بد قسمتی سے ان مشاہیر اور شیوخ کی فکر و عمل کا تسلسل وقت کے ساتھ ساتھ کمزور پڑ تا گیا، جس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ان کی فکر و عمل پر تحقیق اور ان کی تعلیمات کے ابلاغ کے لیے کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی۔ تقریباً ڈیڑھ برس قبل ان دونوں جلیل القدر شیوخ کے خانوادوں نے مل بیٹھ کر ان آئمۂ تصوف و طریقت کی فکرِ تصوف کے احیاء اور اس پر تحقیق کا بیڑا اٹھایا۔ اس سلسلے کی ابتدا ان دونوں خانوادوں کے افراد نے تنظیمِ ساداتِ بنی ہاشم (تسبیح) کی بنیاد مئی ۲۰۲۴ء میں رکھ کر کی۔

تسبیح، اپنے پہلے مرحلے میں، ان دونوں خانوادوں کی صفوں میں تربیت کے ذریعے صلہ رحمی، سیادت، قیادت اور امامت کے فروغ کے لیے کوشاں ہے۔ چونکہ اِن صفاتِ حمیدہ کا احیاء اپنے بزرگوں کی حیاتِ مبارکہ سے متعلق تحقیق، تعلیم و تعلم اور تصنیف و تالیف کے بغیر ممکن نہیں، اس لیے تنظیمِ ساداتِ بنی ہاشم (تسبیح) پاکستان کے تسبیح پروگرام کا ایک بنیادی ہدف تحقیق اور اس پر مبنی ابلاغ کا فروغ ہے۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ بہاء الدین بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی فکرِ تصوف و طریقت کا محور دین و دنیا کا وہ حسین امتزاج ہے، جہاں روح اور جسم کی بیک وقت آبیاری اور طریقت کو کلی طور پر شریعت کے تابع رکھنا بنیادی اصول ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دینی، دنیوی اور روحانی

تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ ہنر مندی اور تجارت کو بھی کردار سازی اور فروغِ دین کا ذریعہ بنایا۔ حتیٰ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عملی سیاست اور حکامِ وقت کے ساتھ روابط کو بھی انہی مقاصدِ خیر کے لیے استعمال کر کے تصوف کی دنیا میں ایک منفرد مقام حاصل کیا، جس کا فیض ملتان — جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دم سے ایک روحانی مرکز بن چکا تھا — سے نکل کر دنیائے عالم بالعموم اور جاوا، سماٹرا، انڈونیشیا، ملائیشیا اور چین تک جا پہنچا۔

اسی فکر و عمل کی ترویج اور خالصتاً تحقیقی بنیادوں پر علمی اساس کو مزید وسعت دینے کے لیے تنظیمِ ساداتِ بنی ہاشم (تسبیح) نے اس عالمی کانفرنس کا انعقاد کیا ہے، جس میں ملک اور بیرونِ ملک سے ممتاز سکالرز نے اپنے مقالہ جات پیش کیے۔ یہ تمام مقالات اس کانفرنس کی روداد — جو آپ کے ہاتھوں میں ہے — کا حصہ ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ یہ علمی اثاثہ، اِن شاءاللہ، موجودہ اور آئندہ نسلوں کی تربیت اور رہنمائی کا مؤثر ذریعہ ثابت ہوگا۔

ڈاکٹر واجد پیرزادہ

امیر تنظیم سادات بنی ھاشم (تسبیح) پاکستان

عصرِ حاضر اور شیخ الاسلام حضرت خواجہ بہاء الدین بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی فکرِ تصوف و طریقت اور کوہستان نمک میں آپ کے خانوادے کے نقوشِ پا اور نشاناتِ منزل

ڈاکٹر واجد پیرزادہ
امیر تنظیم سادات بنی ھاشم (تَسبِیح) پاکستان

تعارف اور خلاصہ ٔ مقالہ (Introduction & Abstract)

زیرِ نظر مقالہ میں برصغیرِ پاک و ہند کی تیرہویں صدی عیسوی کے سلسلہ ٔ سہروردیہ کے سرخیل اور تصوف کے امام، جناب شیخ الاسلام حضرت خواجہ بہاء الدین بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۸۲ھ–۱۲۶۲ھ) کی مختصر سوانح، فکرِ تصوف و طریقت، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ و آپ کے خانوادے کے عالمی سطح پر، برصغیرِ پاک و ہند میں بالعموم اور کوہستانِ نمک، پاکستان و ملحقہ علاقوں میں بالخصوص نقوشِ پا اور نشاناتِ منزل کی نشاندہی کی گئی ہے۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ بہاء الدین بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی فکرِ تصوف و طریقت، روایتی تصوف و طریقت سے بالعموم، اور چشتیہ و قادریہ سلاسل سے بالخصوص منفرد رہی، جس کا خاصہ طریقت کو مکمل طور پر شریعت کے تابع رکھنا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ طریقت میں شریعت سے ذرا بھر بھی انحراف برداشت نہ فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بیک وقت ظاہری و باطنی تزکیۂ نفس کے معلم، اور ترکِ دنیا، ملامتِ نفس اور جلالی اظہار سے اعراض کے داعی تھے۔ اسوۂ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں دین و دنیا اور علم و عمل کا حسین امتزاج نمایاں تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حصول و فروغِ علم، تقویٰ و ریاضت کے ساتھ ساتھ تجارت، معاشرت، حکمرانی، حتیٰ کہ سیاست کے میدان میں بھی انمٹ نقوش چھوڑے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس اُسلوبِ حیات کا پرتو تادمِ تحریر آپ کے خانوادے اور آپ کی فکرِ تصوف و عمل کے پیروکاروں میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ اسی طرح کوہستانِ نمک اور اس کے ملحقہ علاقوں میں بھی آپ کے خانوادے کی یہی روحانی و علمی شناخت ہمیشہ

سے برقرار رہی ہے۔

طریقِ تحقیق (Methodology)

یہ تحقیق زیادہ تر مطبوعہ ثانوی ذرائعِ معلومات (Secondary data set) پر انحصار کرتی ہے۔ تاہم تحقیقی معلومات کی سندِ مزید کے طور پر کسی حد تک صدری روایات 'ذاتی اور خاندانی ریکارڈ اور تجزیہء معلومات سے تحقیقی نتائج تک پہنچنے میں مدد لی گئی ہے۔

ممکنہ تحقیقی سقم (Study Limitations)

یوں تو کوئی بھی تحقیقی کام کُلی طور پر سقم سے پاک نہیں ہوتا، کیونکہ طریق تحقیق، محقق کی تحقیقی قدرت (research skills) ، مطبوعہ ثانوی ذرائعِ معلومات (secondary data set) کی صحت، مطلوبہ معلومات کی کمیابی یا عدم دستیابی' اور تحقیق کے ابلاغ میں خلاء (research reporting deficit) سمیت متعدد وجوہات تحقیقی نتائج پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ تحقیق بھی کسی ایسی ممکنہ کمی کوتاہی سے ممکنہ طور پر مبرّا نہیں ہو سکتی۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ بہاء الدین بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانحِ حیات، فکرِ تصوف وطریقت اور آپ کے خانوادے کے کردار کا تحقیقی جائزہ

سوانحِ حیات

شیخ الاسلام حضرت خواجہ بہاء الدین بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ ہاشمی النسب ہیں (ڈاکٹر شمیم محمود زیدی، ۱۹۸۷ء)، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نسبِ مبارک مہیار (ایضاً) عمران بن اسد بن ہاشم سے ہوتا ہوا چودھویں پشت میں مکہ مکرمہ کے ساداتِ بنی ہاشم سے جاملتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس نسبی پشت میں حضرت سلطان مطرف مکہ مکرمہ سے خوارزم منتقل ہوئے، جہاں آپ کی آٹھ پشتوں نے تقریباً چالیس برس بطورِ سلطان فرمانروائی کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آٹھویں پشت میں سلطان حسین رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلۂ سلطانیہ کو ترک کیا اور باب الاسلام، سندھ کے راستے آپ کا خاندان کوٹ کہروڑ، ضلع لیّہ میں آکر آباد ہوا۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ بہاء الدین بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت حضرت خواجہ شیخ کمال الدین ابو بکر کے فرزند حضرت خواجہ شیخ وجیہ الدین محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عم زاد اور برادرِ نسبتی حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ شیخ احمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ ان دونوں عم زاد بھائیوں نے باہم مل کر جنوبی پنجاب کے طول وعرض اور کوہستانِ نمک میں اپنے آباء و اجداد کی فکرِ تصوف وطریقت کو آگے بڑھایا۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ بہاء الدین بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان چوتھی صدی ہجری میں خوارزم سے ملتان کے نواحی علاقے کوٹ کہروڑ (سابقہ دیوپال گڑھ) آکر آباد ہوا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یہ خاندان محمود غزنوی کے ہمراہ آیا۔ منبع الانساب، مراۃ الاسرار، مراۃ المناقب، منبع البرکات اور دیگر کتب (Chiefs of Punjab, History of Sindh)ڈسٹرکٹ گیزیٹیرز (ملتان، مظفر گڑھ جھنگ، بہاولپور) فرہنگ قبائل (Glossary of Tribes) کے علاوہ نادر شاہ اور محمد شاہ کے اعلامیہ کے مطابق آپ کا خاندان اسدی ہاشمی قریشی ہے (حکم چند، تواریخ ملتان، ۱۸۸۴ء)۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ بہاء الدین بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتگان اور خلیفہ تھے، جبکہ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے خود حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (۸۳۵–۹۱۰) سے غیر رسمی طور پر روحانی اکتسابِ فیض فرمایا۔ چنانچہ شیخ الاسلام حضرت خواجہ بہاء الدین بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی فکرِ تصوف و طریقت میں ان دونوں جلیل القدر صوفیا کے رنگ نمایاں طور پر جھلکتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر پاک و ہند میں بالعموم اور اس کے شمال مغربی حصے میں بالخصوص سلسلۂ سہروردیہ کی داغ بیل ڈالی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فکرِ تصوف و طریقت اور تعلیمات کا خاصہ یہ تھا کہ جسم اور روح دونوں کے تقاضوں کو شریعت کے تابع لا کر طریقت کو فروغ دیا جائے۔ یوں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر صوفیانہ طرزِ فکر — جن میں ترکِ دنیا، بے رغبتیِ دنیا اور ملامتِ ذات کو روحانی منازل کی کڑیاں گردانا جاتا تھا — کے برعکس معاشرے کے علمی، روحانی، سماجی اور ثقافتی پہلوؤں کو ملحوظ خاطر رکھ کر انسانی ترقی کا ایک متوازن روحانی ماڈل متعارف فرمایا (دستی، ۲۰۲۳ء)۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اسی فکرِ تصوف و طریقت اور طرزِ عمل کو حالیہ ادوار میں، بلکہ کسی حد تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے دور میں بھی، تنقید کا سامنا رہا۔ بطورِ خاص، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بادشاہوں سے تعلقات اور اس کے سیاسی منظرنامے پر اثرات، ارتکازِ دولت اور تحکم کے حوالے سے اعتراضات کیے گئے۔ حالانکہ حقائق اس کے برعکس تھے، کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ متمول ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت بلند پایہ مخیر انسان بھی تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عوام کی عمومی فلاح، پائیدار ذرائع روزگار، روزی روٹی، حصولِ علم اور صحت و سلامتی کے تقاضوں کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا، اور عملی اقدامات اٹھائے۔ ان میں علم و ہنر، تجارت اور کاروباری صلاحیتوں میں اضافے کے لیے اداروں کا قیام، اور فقراء و محتاجوں کے لیے لنگر خانوں کا اہتمام شامل تھا۔

فی الواقع تیرہویں صدی میں غزنوی حکمرانی کے زوال پذیر ہونے کے باعث پنجاب کا سیاسی اور دینی منظرنامہ بری طرح متاثر ہوا۔ اس خلفشار اور انتشار کے دور میں شیخ الاسلام حضرت خواجہ بہاء الدین بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ دنیائے تصوف کے اُفق پر ایک تابندہ استعارہ بن کر اُبھرے اور سیاسی، سماجی اور دینی یکسوئی و ہم آہنگی پیدا کرنے میں مؤثر کردار ادا کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ روایتی تصوف کے برعکس، عمل،

روح کی پاکیزگی اور انسانیت کی خدمت کی عملی تعبیر تھے۔ آپ اپنے پیروکاروں کو خلوصِ نیت کے ساتھ اللہ سے لو لگانے اور اس کی رضا کے لیے انسانیت کی خدمت کا درس دیتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی و عملی زندگی میں یہ پہلو نمایاں طور پر نظر آتے ہیں (تیواری، ۲۰۲۰)۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس اسلوب اور طریقِ تصوف کی سند عربی زبان میں لکھی گئی کتاب "الأوراد" سے بھی ملتی ہے، جس کی تصنیف اور انتساب دونوں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے منسوب ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت خواجہ بہاء الدین بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے، روایتی تصوف اور رہبانیت کے برعکس عملیت پسندی کے داعی تھے۔ اسی بنا پر آپ رحمۃ اللہ علیہ قلندرانہ روش اور جلالی طرزِ عمل (unorthodox conduct) سے اعراض برتتے اور ایسے رویے کو ناپسند فرماتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ عبادات اور دیگر دینی و دنیوی معاملات میں شریعت سے ہٹ کر کسی بھی طرزِ عمل پر ناگواری کا اظہار فرماتے، حتیٰ کہ ایسا کرنے والے کی سرزنش تک کرتے۔ اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ ظاہری بود و باش، وضع قطع اور لباس کے معاملے میں بھی دینی تعلیمات اور نبوی اسلوب کی پابندی پر زور دیتے، اور خود بھی اس کی کامل پاسداری فرماتے۔ اس طرزِ عمل کی متعدد روایات بیان کی گئی ہیں (سبرامونی، ۲۰۱۹ء)۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ بہاء الدین بہا الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا بالواسطہ عملی سیاست پر اثر انداز ہونا بھی تاریخی طور پر مذکور ہے، مثلاً بطور خاص انہوں نے قباچہ اور سلطان التمش کے باہم برسرِ پیکار ہونے پر سلطان التمش کی حمایت کر کے قباچہ کی ناراضگی کھلے عام مول لی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اور سلسلہ سہروردیہ کے بعد کے مشاہیر حتیٰ کہ آپ کی خانقاہ کے نگران (custodians) سجادہ نشین حضرات کی تا دمِ تحریر سیاست سے بالواسطہ اور بلاواسطہ وابستگی پر ناقدین کی تنقید کو محققین نے اس بنیاد پر مسترد کیا کہ معروضی سیاسی، سماجی، ثقافتی اور دینی حالات کے پیشِ نظر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ طرزِ عمل اپنا کر ملتان کو سماجی، ثقافتی، علمی اور روحانی مرکز بنانے کی داغ بیل ڈالی۔ اسی طرح آپ کے مرشد شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، جو حضرت جنید بغدادی (۸۳۵–۹۱۰) سے متاثر تھے، بھی سُکر (intoxication) کو مسترد فرماتے۔ اس بنیاد پر آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک طرف دنیوی معاملات کی اہمیت (outward form of devotion) کا ادراک رکھتے، تو دوسری طرف فکر و عمل کے معاملہ میں شریعت کے ضابطہ کی مکمل پاسداری کے داعی تھے۔ (دستی، ۲۰۲۳ء)۔

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی منفرد فکرِ تصوف و طریقت کے ساتھ ساتھ معاشرتی فلاح و بہبود (community welfare and benevolence)، سماجی اور ثقافتی ہم آہنگی (social integration and adaptation)، اور تصوف و طریقت کے فروغ کے لیے خانقاہوں (Sufi Learning Centres and Sufi Lodges) کے قیام پر توجہ فرمائی۔

مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر سلسلۂ سہروردیہ کے مشائخ اور مشاہیر حکامِ وقت کی بوجوہ سرپرستی فرماتے تھے اور وہ بھی ان نفوسِ قدسیہ کی فیوض و برکات سے بہرہ مند ہوتے۔ اس باہمی تعلقِ خیر (symbiotic relationship) کے باعث ایک طرف صوفیا کو شاہی دربار تک رسائی دستیاب رہتی، جس کے ناطے وہ لوگوں کے مسائل حل کرانے اور رفاہی کاموں کو فروغ دینے میں کامیاب ہوتے، تو دوسری طرف

سلاطینِ وقت کو اخلاقی حمایت (spiritual and moral legitimacy) حاصل ہوتی اور یوں صوفیا–سلاطین وابستگی (Sufi–King Connection) سے اسلام کے فروغ میں معاونت حاصل ہوتی۔ شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس اُسلوب اور فکرِ تصوف و عمل کے باعث اسلامی تعلیمات کا دائرہ نہ صرف برصغیرِ پاک و ہند میں وسیع ہوا بلکہ دیگر ممالک تک پھیل گیا۔ مثلاً اگرچہ شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے خود انڈونیشیا جاکر تبلیغ نہیں فرمائی، تاہم ان کی تعلیمات اور سلسلۂ سہروردیہ ان کے شاگردوں اور تجارتی سفراء کے ذریعے وہاں تک پہنچا، جس کے بعد اس سلسلہ سے وابستہ مقامی صوفیا، جیسے حضرت شیخ علی الرانیری رحمۃ اللہ علیہ، نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو انڈونیشیا میں فروغ دیا۔ (مسلم انسٹیٹیوٹ، برطانیہ، ۲۰۱۸ء)۔

بیرونِ ملک، انڈونیشیا کے علاوہ آپ کے قائم کردہ مدرسے، جسے ایک اقامتی یونیورسٹی کا درجہ حاصل تھا، کے تربیت یافتہ علماء، مبلغین اور واعظین نے جاوا، سماٹرا، فلپائن، خراسان اور چین تک اسلام کی روشنی پھیلائی۔ آپ کی قائم کردہ اس یونیورسٹی میں دیگر ممالک سے بھی فاضل علماء موجود تھے جن کا کام تعلیم و تعلم تھا، اور جنہیں معقول مشاہرہ ملتا تھا، نیز ان کے رہنے سہنے کا عمدہ انتظام بھی تھا۔ جن مبلغین کو بیرونِ ملک تبلیغ کے لیے بھجوایا جاتا تھا، انہیں ان ممالک کی تہذیب و تمدن اور ثقافت کے علاوہ وہاں کی زبان اور دیگر معلومات کی تعلیم دی جاتی تھی، تاکہ وہ مؤثر طریقے سے اپنے فرائضِ منصبی انجام دے سکیں۔ تبلیغ پر روانگی کے وقت سامانِ تجارت بھی ان کے ہمراہ ہوتا، تاکہ وہ دورانِ تبلیغ اپنی روزی روٹی کا خود وسیلہ پیدا کر سکیں۔ (ترین، ۱۹۸۹ء)۔

یوں شیخ الاسلام حضرت خواجہ بہاء الدین بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، جنہوں نے ملتان کو دینی، روحانی، علمی اور ثقافتی مرکز بنا دیا تھا، نے سہروردیہ فکر — جس کے وہ برصغیر میں مؤسسِ اعلیٰ مانے جاتے ہیں — کے ذریعے تصوف سے متعلق اُن ابہام کو عملی زندگی میں مسترد کر دکھایا، جہاں تصوف کو رہبانیت سے متشابہ سمجھا جانے لگا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فہم و فراست اور دینی و روحانی خدمات کے اعتراف میں سلطان التمش نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ الاسلام مقرر کیا۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ بہاء الدین بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے یوں تو سات فرزند تھے، لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زیادہ تر اولاد کا نسب آپ کے بڑے بیٹے اور جلیل القدر فرزند، شیخ امام العارف خواجہ صدر الدین عارف باللہ (۶۲۱ھ–۶۸۴ھ / ۷۰۹ھ) سے جا ملتا ہے۔ حضرت صدر الدین عارف باللہ کی ولادتِ باسعادت، شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے عم زاد حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کی چھوٹی بہن سیدہ رشیدہ بانو رحمۃ اللہ علیہا کے بطنِ طاہرہ سے ۶۲۱ ہجری میں ہوئی۔

آپ کی ساتویں پشتِ مطہرہ میں پیر علی قتال رحمۃ اللہ علیہ (بن شیخ محمد صدر الدین ثالث رحمۃ اللہ علیہ بن شیخ شہر اللہ بن شیخ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرمانروائے ملتان بن شیخ عماد الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ بن شیخ رکن الدین اسماعیل ثمرقندی بن صدر الدین محمد حاجی رحمۃ اللہ علیہ بن شیخ عماد الدین اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ بن شیخ المعارف صدر الدین عارف باللہ رحمۃ اللہ علیہ) اپنے ارادتمندوں کی ایک بڑی تعداد کے اصرار اور درخواست پر کوہستانِ نمک

تشریف لائے، اور اُس وقت کے پیل غازی (ضلع شاہ پور) ــــ جو بعد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے پیل پیراں (موجودہ ضلع خوشاب) کے نام سے موسوم ہوا ــــ کو اپنا مسکن بنایا، جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر ہزاروں لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ (فریدی، ۱۹۵۷)۔

پیر علی قتال رحمۃ اللہ علیہ اوائلِ عمر میں کوٹ کہروڑ میں رہائش پذیر تھے، جہاں ان کے والدِ بزرگوار شیخ صدر الدین ثالث رحمۃ اللہ علیہ رضاکارانہ طور پر سجادہ نشینی کا منصب اپنے چھوٹے بھائی، شیخ بہاء الدین ثانی رحمۃ اللہ علیہ بن شیخ شہر اللہ کے سپرد پہلے ہی کر چکے تھے۔ پیل پیراں میں اس خانوادے کے آباد ہونے کے بعد بھی کوٹ کہروڑ میں اپنے خاندان سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے رشتے طویل عرصہ تک اُستوار رہے۔

پیل پیراں میں قابلِ کاشت زمین اور جنگلات کا ایک وسیع رقبہ آپ کے خاندان کے تصرف میں رہا اور کافی حد تک اب بھی ہے۔ یہ رقبہ اُس وقت کی حکومتِ وقت نے پیر علی قتال رحمۃ اللہ علیہ کے تصرف میں دیا، جسے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آباد کرایا۔ پیر علی قتال رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند مخدوم الملک پیر خواجہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹوں، پیر ابن شاہ، محمد حسین شاہ، اور پیر عالم شاہ سے آگے چلی۔ ان میں سے پیر ابن شاہ کے دو بیٹوں، پیر فتح شاہ اور پیر دائم شاہ کی اولادیں پیل پیراں ہی میں مقیم رہیں، جبکہ پیر محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ پیل سے کرولی پیراں (موجودہ ضلع چکوال) ہجرت کر گئے، جہاں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اطراف و اکناف، بالخصوص تترال، وٹلی، سرکال، مایر وغیرہ میں پھیل گئی۔

پیر عالم شاہ کی اولاد پیل پیراں کے علاوہ کوہِ مری اور ایبٹ آباد کے علاقوں، بالخصوص پلاسی اور مالمولہ میں جا کر آباد ہوئی، جن میں سے اکثریت اب واپس پیل پیراں آ چکی ہے۔ جبکہ پیر ابن شاہ کی اولاد میں پیر خاکی شاہ کی نسل کا کچھ حصہ پیل پیراں اور باقی چکوال کے گاؤں تھوہا بہادر میں آباد ہے۔ ان اور دیگر تمام مقامات پر، جہاں جہاں پیر علی قتال رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد جا کر آباد ہوئی، وہاں انہوں نے انمٹ روحانی، علمی، سماجی حتیٰ کہ سیاسی نقوشِ پا ثبت کیے، جن کا احاطہ مولانا فریدی کی کتاب صدر الدین عارف باللہ میں کافی حد تک کیا گیا ہے۔

(فریدی، ۱۹۵۷ء)

اس حوالے سے پیل پیراں کی چند شخصیات کا اجمالی ذکر یہاں مقصود ہے۔ ان میں پیر چن پیر شاہ صاحب برٹش انڈیا کے دور میں بحیثیت ذیلدار اور زمیندار اپنے علاقے کی ایک مقتدر شخصیت کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔ آپ کے صاحبزادے پیر نوبہار شاہ صاحب نے پچاس اور ساٹھ کی دہائی میں ایک اچھے منتظم اور سیاسی و سماجی شخصیت کے طور پر علاقے میں گہرے نقوش چھوڑے۔ پیرانِ پلاسی کے سلسلے سے پیر محمد شاہ پہاڑی رحمۃ اللہ علیہ اسی دور کی ایک سماجی اور سیاسی شخصیت تھے، جنہوں نے پیرانِ پیل کی صفوں میں صلہ رحمی اور تعلیم کو عام کرنے کے لیے ایک منظم مہم چلائی۔ آپ نے ضلع کونسل کے انتخاب میں حصہ لے کر اُس وقت کی مقتدر قوتوں کو چیلنج کیا۔

پیر ولایت حسین شاہ صاحب المعروف ڈاکٹر ولی پیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ پیشے کے اعتبار سے ماہرِ طبیب تھے۔ دوسری عالمی جنگ کے دوران آپ انڈین میڈیکل کور کے توسط سے کومیلا سے رنگون (میانمار) تک مختلف مقامات پر خدمات انجام دیتے رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد آپ محکمۂ صحت سے وابستہ ہوئے اور اپنی پیشہ ورانہ زندگی کا طویل عرصہ وادئ سون سکیسر کے مرکزی قصبہ نوشہرہ میں بسر کر کے خدمتِ انسانیت انجام

دی۔ آپ نے وادی کے بائیس قصبوں کے لوگوں کے دل خدمتِ انسانیت، بلند اخلاق اور صلہ رحمی سے اس طرح جیتے کہ آپ کی وفات کے آج ساٹھ برس بعد بھی آپ کی تیسری نسل اہلِ علاقہ کی محبتیں شمار کر رہی ہے۔

آپ کے صاحبزادگان اپنی بساط کے مطابق اور محدود وسائل کے باوجود اپنے والدِ بزرگوار کے نقشِ قدم پر گامزن ہیں۔ خاندان کے انتہائی قریبی رشتہ داروں، بالخصوص یتیم بچوں اور بیواؤں کی سرپرستی، ان کی گزر بسر کے لیے ماہانہ وظائف اور رفاہی خدمات کا سلسلہ ان کی جانب سے الحمدللہ تادمِ تحریر جاری ہے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے سید ساجد حسین شاہ نوری صاحب نے خاندان اور علاقے کے کئی لوگوں کو روزگار کے حصول میں مدد فراہم کی، جبکہ آپ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے سید زاہد حسین شاہ (المعروف پیر زیدی شاہ) مرحوم نے علاقے میں ایک فعال، انسان دوست اور سماجی کارکن کے طور پر شناخت پائی۔ آپ کے ایک اور فرزند، ڈاکٹر واجد پیرزادہ صاحب نے حکومتی کلیدی عہدوں پر خدمات انجام دیتے ہوئے علمی اور تحقیقی میدان میں بین الاقوامی شناخت حاصل کی اور حکومتِ پاکستان کی بین الاقوامی فورمز پر نمائندگی کی۔ آپ کئی کتابوں، جرائد اور مقالہ جات کے مصنف ہیں، اور آپ نے تنظیمِ ساداتِ بنی ہاشم (تسبیح) پاکستان کی بنیاد رکھی، جس کی تفصیلات مقالے کے آخر میں پیش کی جائیں گی۔ اسی طرح آپ کے چوتھے بیٹے سید ماجد حسین شاہ صاحب ان تمام امور میں اپنے بھائیوں کے ہم رقاب ہیں۔

پیل پیراں کی ساٹھ کی دہائی میں ایک اور نام پیر کالو شاہ صاحب کا بھی ہے، جو اپنے سماجی تعلقات کے حوالے سے معروف و معتبر پہچان رکھتے تھے۔ اسی طرح ستر کی دہائی میں پیر غلام نبی شاہ صاحب ایک تاجر پیشہ شخصیت کے طور پر نمایاں ہوئے، جنہوں نے اپنے والدِ مرحوم سیٹھ علی حیدر شاہ صاحب کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مسجد کی تعمیر کے علاوہ خاندان کے جدِامجد کے مقبرے کی تعمیرِ نو اور قبرستان کے راستے کے لیے زمین وقف کرنے سمیت کئی دیگر رفاہی کاموں میں حصہ لیا۔ آپ نے اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ مل کر سیاسی میدان میں بھی نمایاں پیش رفت کی۔

گو کہ پیل پیراں شمالی پنجاب میں خانوادۂ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی مسند تھی، جس کی بنیاد پیر علی قتال رحمۃ اللہ علیہ بن پیر صدر الدین ثالث رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی۔ اس مسند کی توسیع اُس وقت ہوئی، جب آپ کے بھائی پیر شمس الدین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے پیر برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بھیرہ شریف کو اپنا مسکن بنایا، جہاں سے آپ کے خاندان کے کچھ افراد پیر داکھارا شریف اور مور جھنگ (ضلع چکوال) کے علاوہ پنڈ دادن خان (ضلع جہلم) جا کر آباد ہوئے۔ اس خاندان کے کچھ سرکردہ افراد کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

پیر غلام محبوب سبحانی (۱۹۱۴ء–۱۹۷۸ء) پیرانِ بھیرہ شریف کے ماتھے کا جھومر بن کر ابھرے۔ آپ اعلیٰ تعلیم یافتہ، ذاتی اور سماجی طور پر باوقار، خوش گفتار اور نہایت مخیر انسان تھے۔ آپ نے اپنے خانوادے میں صلہ رحمی کی ایک لازوال تاریخ رقم کی۔ پیشے کے اعتبار سے آپ تاجر تھے۔ آپ کے وصال کے وقت پورا لاہور شہر امڈ آیا اور ہر شخص سوگوار تھا۔ آپ کی رسمِ قل پر پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

”پیر غلام محبوب سبحانی واقعی محبوبِ سبحانی تھے۔“ تاریخ بھیرہ)۱۹۹۳ (کے مصنف نے آپ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا ”پیر محبوب سبحانی شاہ صاحب ایک عظیم شخصیت کا نام ہے، وہ بلند مقام رکھتے تھے اور معاشرے کے کامیاب ترین فرد ہوتے ہوئے 'من چنئیم و پدرم چناں' سے بہت دور تھے۔“

وہ ایک مربی اور مشفق انسان تھے جنہوں نے بیسیوں یتیم بچوں اور بیواؤں کی کفالت کے علاوہ طلبہ کی اعلیٰ تعلیم کے لیے سرپرستی فرمائی، جن میں سے کئی افراد بعد ازاں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔

اسی دور میں علمی اور روحانی افق پر بھیرہ شریف سے وہ نابغۂ روزگار نفسِ قدسی ابھرا جس کا نامِ گرامی پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خانوادۂ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہی اور علمی تاریخ کا احیاء فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مفسرِ قرآن، سیرت نگار، عظیم مبلغ اور مفکر تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی لکھی ہوئی قرآنِ کریم کی تفسیر ضیاء القرآن اور سیرتِ طیبہ پر شاہکار تصنیف ضیاء النبی کے علاوہ ماہانہ رسالے ضیائے حرم کے ذریعے فہمِ دین اور عقیدہ کی درستگی کے حوالے سے رہتی دنیا تک ایک لازوال علمی و روحانی ورثہ چھوڑا۔

علاوہ ازیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے والدِ بزرگوار کے مدرسے دار العلوم محمدیہ غوثیہ کی اساس، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسے کی طرز پر استوار کرتے ہوئے، اسے دینی و دنیوی تعلیم کا عظیم مرکز بنایا جو الازہر یونیورسٹی (جس کے آپ رحمۃ اللہ علیہ فارغ التحصیل تھے) کی شراکت میں آج ایک بین الاقوامی جامعہ، الکرم یونیورسٹی، کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد نہ صرف ملک کے طول و عرض میں بلکہ دنیا بھر میں علم و عرفان کے چراغ روشن کر رہے ہیں، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ ارجمند پیر امین الحسنات شاہ صاحب اس شمع کو فروزاں رکھے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، پیر علی قتال رحمۃ اللہ علیہ بن پیر صدر الدین ثالث رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند، پیر محمد حسین شاہ صاحب نے چکوال کی بستی کرولی پیراں کو آباد فرمایا۔ آپ کی اولاد میں میاں کرم اللہ اور میاں شہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسلیں کرولی پیراں اور نواحی علاقوں میں پھیلیں اور علمی و روحانی میدان میں نمایاں خدمات انجام دیں (پیرزادہ عابد حسین شاہ، ۱۹۹۷)۔ ان میں کئی بزرگوں کی زندگی کے بعض گوشے فریدی صاحب (۱۹۵۷ء) نے بھی وا کیے ہیں۔

کرولی پیراں کے اکابرین میں سے سفیرِ پاکستان، امیر علی شاہ صاحب کا نام اس وقت کے اکابرینِ کرولی میں سرِفہرست ہے۔ آپ نے آرمڈ فورسز میں سروس کے دوران بطور لیفٹیننٹ کرنل خدمات انجام دیں، بعد ازاں فارن سروس میں شمولیت اختیار کی۔ آپ نے فارن سروس ٹریننگ انسٹیٹیوٹ اسلام آباد میں بطور ڈائریکٹر جنرل خدمات انجام دینے کے علاوہ کئی ممالک میں سفیرِ پاکستان کی حیثیت سے ذمہ داریاں نبھائیں۔ آپ نے اپنے خاندان کے افراد کی روزگار میں سرپرستی فرمائی، اور آپ کی شہرت ایک معاملہ فہم، زیرک اور مشفق انسان کی ہے۔

کرولی پیراں کا ایک اور علم دوست اور علم پرور نام ڈاکٹر حمید اللہ ہاشمی صاحب مرحوم کا ہے، جو ایک استاد، محقق اور ادیب کے طور پر جانے جاتے تھے اور کئی حکومتی اعزازات کے مستحق ٹھہرے۔ آپ پنجابی صوفی شعراپر لکھی گئی کئی کتابوں ـــ بشمول اپنے جدِ امجد حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ پر لکھی گئی ایک کتاب ـــ کے مصنف بھی ہیں۔ انسانی فلاح کے حوالے سے پیر نعیم شاہ صاحب مرحوم کا نام تاریخ کرولی میں اپنی بے مثال خدمات کے باعث زندہ جاوید ہو چکا ہے۔ آپ کی زندگی کا طویل عرصہ انڈونیشیا میں گزرا اور وہیں آپ نے جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔ تاہم اپنی جنم بھومی کرولی پیراں کو آپ نے اُس وقت بجلی کی سہولت ذاتی خرچ پر فراہم کر کے روشن و منور کیا جب یہ بستی دورِ جدید کی اس نعمت سے ناآشنا تھی۔

سیاست کے میدان میں پیر شوکت صاحب اور ان کے بھائی پیر وقار صاحب کے نام قابلِ ذکر ہیں، بالخصوص جناب پیر وقار شاہ صاحب نے تعلیم اور رفاہی کاموں میں کرولی پیراں کے خانوادے کے حوالے سے ایک نئی تاریخ رقم کی۔ وہ ایک مخیر، غریب پرور اور درد مند دل رکھنے والے انسان کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ کرولی پیراں کے وہ خاندان جو اس کے قرب و جوار میں آباد ہوئے، ان میں وعولہ (کاہوکارت) کے پیر رنگا شاہ رحمۃ اللہ علیہ، وٹلی کے پیر جمال شاہ رحمۃ اللہ علیہ، اور خیرپور ضلع چکوال کے پیر ولایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام درویش صفت اکابرین میں نمایاں ہیں۔ اسی نواح میں چک مصری میں آباد خاندان کا تعلق بھی پپیل پیراں کے خانوادے سے ہے۔

کرولی پیراں کے خاندان کی ایک شاخ چھمبی ضلع چکوال میں آباد ہے، جہاں کے ایک فرزند پیرزادہ عابد حسین شاہ صاحب دنیائے علم و تحقیق میں بطور مصنف اور محقق ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ آپ متعدد کتابوں اور مضامین کے مصنف ہیں، جن میں حضرت اسد بن ہاشم نامی کتاب نمایاں ہے، جس میں آپ نے حضرت اسد بن ہاشم کے نسب اور ان کی اولاد کے حوالے سے اپنی تحقیق قلم بند کی ہے۔ وٹلی پیراں کی شاخ سے سرکال مایر میں اس خانوادے کی پہچان تعلیم اور عسکری خدمات کے حوالے سے ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ حضرت غوث الاغواث خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند حضرت صدر الدین عارف باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نے شمالی پنجاب میں بالعموم اور کوہستانِ نمک میں بالخصوص علمی، روحانی، سماجی، ثقافتی، عسکری اور سیاسی میدانوں میں قابلِ قدر اور نمایاں خدمات انجام دی ہیں اور آج بھی دے رہی ہے ـــ جو غوث العالمین رحمۃ اللہ علیہ کی سہروردیہ فکر و عمل سے ہم آہنگ ہو کر دین و دُنیا کے امور کو شریعت کے تابع اور طریقت سے قریب تر رکھتے ہوئے دینِ وسط کی راہِ اعتدال پر گامزن ہے۔

مورجھنگ ضلع چکوال کے معروف صحافی اور سماجی کارکن جناب پیر زاہد حسین شاہ مرحوم نے اپنے گاؤں کی سڑک، گلیوں، فراہمی آب اور دیگر کاموں کے حوالے سے اور اپنے جدِ امجد حضرت جمال شاہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پر بہت کام کیا۔ آپ کے کالم روزنامہ جنگ اور دیگر جرائد میں تواتر سے شائع ہوتے رہے۔

آخر میں، حال ہی میں حضرت خواجہ بہاء الدین بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولادوں کی کاوشوں سے قائم کردہ تنظیمِ ساداتِ بنی ہاشم (تسبیح) پاکستان کے قیام، فکر (vision) اور پروگرام کا اجمالی خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

تسبیح کا قیام، جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، پیل پیراں کے خانوادے اور پیر ولایت حسین شاہ المعروف ڈاکٹر ولی پیر رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند، ڈاکٹر واجد پیرزادہ صاحب کی عملی ابتدا (initiative) کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے اسی (۸۰) کی دہائی کے آغاز میں خاندان کے شجرے اور تاریخ پر تحقیق شروع کی، جو تادمِ تحریر جاری ہے۔

کارِ سرکار سے فراغت کے بعد ۲۰۱۵-۲۰۱۶ میں انہوں نے اپنی تحقیق کے ابلاغ اور خاندان کے اندر صلہ رحمی کے فروغ کی شروعات کے طور پر خاندان کی ویب سائٹ www.hashemitesadaats.com تیار کروائی، جس میں خاندان کی تاریخ، متعلقہ کتب اور شجرہ جات کی تفصیل نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ مبارک کے تابع مہیا کی گئی "تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ" (صحیح بخاری) یعنی "اپنے نسب اس حد تک جانو کہ اس کے ذریعے صلہ رحمی کر سکو۔"

اپریل ۲۰۲۴ء میں اسی ویب سائٹ کے نام کی بنیاد پر تنظیمِ ساداتِ بنی ہاشم (تسبیح) پاکستان کے قیام کے فیصلے کی اسلام آباد میں اکابرینِ خاندان نے توثیق کی، اور مئی ۲۰۲۴ء میں لاہور میں تسبیح کا باقاعدہ افتتاحی اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں تسبیح پروگرام متعارف کرایا گیا، جو دونوں خانوادوں کے اندر صلہ رحمی، تربیت، سیادت، امامت اور قیادت کے احیاء پر مرکوز ہے۔ تب سے اب تک، تسبیح کے تسبیحِ وقت سے تسبیحِ دوران تک کے رواں سفر کا خلاصہ کچھ یوں ہے

تنظیم سادات بنی ھاشم (تسبیح) پاکستان کے ابتک اٹھائے گئے اقدامات

۱. تسبیح ویب سائٹ (www.hashemitesadaats.com)

۲. افتتاحی اجلاس لاہور۔

۳. تسبیح Podcast and Documentary

۴. خاندانی کتاب انوارِ غوثیہ کی دوبارہ پرنٹنگ۔

۵. تسبیح شمارے کا اجراء۔

۶. تسبیح فیملی ٹیلیفون ڈائریکٹری۔

۷. دونوں خانوادوں کے شجرہ کی ڈیجیٹائزیشن' اور شجرہ ای بک (E- Book) پلاننگ۔

۸. پیل پیراں ضلع خوشاب میں پہلا سالانہ اجلاس- جنوبی پنجاب کے وفد کی شمولیت اور شمالی پنجاب کے خانوادے سے براہِ راست رابطے۔

۹. مخدوم رشید ملتان میں تسبیح اجلاس- شمالی پنجاب کے وفد اور دیگر ملکی وفود کی شرکت اور براہِ راست رابطے۔

۱۰. تسبیح پروگرام کے تحت روزگار' یتیم بچوں کی تعلیم وغیرہ کے لیے معاونت کی شروعات۔

۱۱. تسبیح شجر کاری مہم۔

۱۲. تسبیح بین الاقوامی کانفرنس / سیمینار 'نومبر ۲۰۲۵ء۔

۱۳. تسبیح بین الاقوامی کانفرنس کی روداد (proceedings) کی طباعت و اشاعت۔

۱۴. تسبیح پروگرام کی ملک گیر پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے تشہیر۔

۱۴. حکومت پاکستان کے شائع کردہ نئے ڈسٹرکٹ گیزیٹیر ضلع خوشاب میں پیل پیراں اور ہاشمی سادات خاندان کا تعارف کرنا۔

حاصلِ تحقیق اور راہِ فردا (Conclusions & Way Forward)

یہ تحقیق، شیخ الاسلام حضرت خواجہ بہاء الدین بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے منفرد اسلوبِ فکرِ تصوف و طریقت کا احاطہ کرتے ہوئے، آج کے اس پُرفتن دور میں اسلامی تعلیمات، امن و آشتی، رواداری، اخوتِ باہمی، صلہ رحمی، برداشت اور یگانگت کے فروغ کے حوالے سے اس کے اطلاق کی پہلے سے کہیں زیادہ تقاضائے ضرورت (pressing need) کا منطقی جواز پیش کرتی ہے۔

نیز یہ تحقیق شمالی پنجاب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادوں کے نقوشِ پا تلاش کرتے ہوئے، جہاں ان کے شاندار ماضی کو آشکارا کرتی ہے، وہیں سیادت، امامت اور قیادت کے احیاء کی ضرورت پر منتج ہوتی ہے۔

سفارشات

اس تحقیقی کام (piece of research) کی روشنی میں مندرجہ ذیل سفارشات کی جاتی ہیں

1. موجودہ عالمی، علاقائی اور مقامی ذہنی و فکری انتشار، عدمِ برداشت، قطعِ رحمی، عمومی تصادم (conflict environment)، اور بالخصوص اسلامی فکر سے تصادم (Islamophobia) کے ماحول میں صوفیائے کرام کی تعلیمات کو بالعموم، اور شیخ الاغواث حضرت خواجہ بہاء الدین بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی فکرِ تصوف و طریقت اور دینی و دنیوی اُمورِ زندگی میں توازن سے متعلق تعلیمات کو بالخصوص عام کیا جائے۔
2. بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے قائم Chair کو فعال کیا جائے، نیز دیگر جامعات میں بھی شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر شیوخ و مشاہیر خاندان پر تحقیقی کام اور اس کے ابلاغ کو فروغ دیا جائے۔
3. کوہستانِ نمک، شمالی پنجاب — جو شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادے کی بڑی مسند ہے — میں، بالخصوص پیل پیراں (ضلع خوشاب) میں، بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ یونیورسٹی کا ایک ذیلی کیمپس قائم کیا جائے۔

4. تنظیمِ ساداتِ بنی ہاشم (تسبیح) پاکستان اپنے پروگرام کو مزید وسعت دیتے ہوئے، مذکورہ بالا سفارشات کو اپنی ترجیحات میں شامل کرے اور اپنے پروگرام کا دائرۂ کار بیرونِ ملک تک بڑھائے۔

حوالہ جات

(Bibliography, References and Literature Cited)

1. حکم چند، منشی (۱۸۸۴)، تواریخِ ملتان، بزمِ ثقافت، ملتان۔
2. فاروقی، ابوشاہین (۱۹۹۳)، تاریخ بھیرہ، ہفت روزہ تبسم، سرگودھا۔
3. شاہ، پیرزادہ عابد حسین (۱۹۹۷)، چکوال میں آباد ایک خاندان — تاریخ کے آئینے میں، بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ لائبریری، چکوال۔
4. زیدی، شمیم محمود (۱۹۷۴)، احوال و آثارِ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، پی۔ایچ۔ڈی مقالہ، تہران یونیورسٹی، ایران۔
5. Muslim Institute, UK (۲۰۱۸) Sufism in the ۲۱st Century A Global Perspective.
6. Subramony, Dr. (۲۰۱۹), Mystic Path of Bahauddin Zakariya, Jr. Online of Humanities, Vol. ۵, No. ۴, August ۲۰۱۹.
7. Tiwari, Sapna (۲۰۲۰), Suharwardiayya Order and Religious Theology of Shaikh Bahauddin Zakariya, Res. Jr. Humanities and Social Order, ۲(۱۱).
8. دستی، حمیرا (۲۰۲۳)، پنجاب میں تصوف — شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا طریق۔
9. ترین، روبینہ (۱۹۸۹)، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، رسالہ سہروردیہ، جلد نمبر ۸، جنوری ۱۹۸۹۔
10. Tan Aik Seng and Wahu Nugrohu (۲۰۲۴), Sufism and Islamization in Malaysia Historical Overview, Malaysian Journal for Islamic Study.
11. فریدی، نور احمد خان (۲۰۰۲ء)، تذکرہ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، علماء اکیڈمی، محکمہ اوقاف، حکومتِ پنجاب، لاہور۔
12. فریدی، نور احمد خان (۱۹۵۷ء)، تذکرہ صدر الدین عارف باللہ رحمۃ اللہ علیہ، قصر الادب، جگو والا، براہِ لودہراں، ضلع ملتان۔

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی دین اسلام کے فروغ، امن آشتی، اُخوّت اور یگانگت کے فروغ میں عظیم کردار

ڈاکٹر محمد علی کریمی

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ —تعارف و تاریخی احوال و حالاتِ زندگی

نام و نسب

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام "زکریا" اور کنیت "ابو محمد" تھی۔ آپ کے والد کا نام شیخ وجیہ الدین ابو بکر تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان نسب کے حوالے سے اسدی ہاشمی قریشی ہے۔ (سیر الاولیاء، ص ۲۸۵؛ تذکرۃ الاولیاء، جلد دوم، ص ۴۱۵)

ولادت و ابتدائی تعلیم

آپ کی ولادت ۵۶۶ھ / ۱۱۷۱ء میں کوٹ کروڑ (موجودہ ضلع لیہ، پنجاب) میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، پھر مختلف مراکزِ علم کی طرف رُخ کیا۔ بخارا، خراسان اور بغداد میں آپ نے فقہ، حدیث اور تفسیر کی تکمیل کی۔

(تذکرۃ الاولیاء، جلد دوم، ص ۴۱۷)

بغداد کا سفر اور بیعت

حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد جا کر اس وقت کے عظیم صوفی اور سلسلۂ سہروردیہ کے مجدد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۳۲ھ) سے فیض حاصل کیا۔ آپ نے ان کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور خلافت و اجازت پائی۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے اپنی کتاب "عوارف المعارف" میں تصوف کے جو اصول بیان کیے، انہی اصولوں کو حضرت بہاء الدین زکریا نے برصغیر میں عملاً زندہ کیا۔

(عوارف المعارف، باب فی آداب المرید، ص ۵۲؛ سیر الاولیاء، ص ۲۸۶)

تصوف و تعلیمات

حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ملتانی کی خانقاہ ملتان میں روحانیت، علم اور اصلاح کا مرکز بنی۔ آپ نے تصوف میں اعتدال، شریعت

پر سختی سے عمل اور عوامی فلاح کو بنیادی اصول بنایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول مشہور ہے "جس راہ میں شریعت نہ ہو، وہ حقیقت نہیں، اور جس حقیقت میں شریعت نہ ہو، وہ گمراہی ہے۔" (فوائد الزکریا، ص۱۹؛ مکاتباتِ صوفیہ، مکتوب ۱۲)

برصغیر میں خدمات

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ملتان کو "مدینۃ الاولیاء" بنایا، جہاں ہزاروں طالبانِ علم اور مریدین فیض پانے لگے۔ تصوف کے ذریعے اسلام کی تعلیمات عام کیں اور سماجی اصلاح میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ کی تربیت سے برصغیر میں سہروردیہ سلسلہ مستحکم ہوا۔

(سیر الاولیاء، ص۲۸۹؛ تذکرۃ الاولیاء، جلد دوم، ص۴۲۰)

معاصر اولیاء سے تعلقات

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں برصغیر کے کئی بڑے صوفیاء موجود تھے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ (چشتیہ سلسلہ) سے گہرے تعلقات تھے۔ حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ (سیہون) کے ساتھ اُخوّت و محبت کا رشتہ تھا۔ آپ کے پوتے حضرت شاہ رکنِ عالم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مشن کو مزید وسعت بخشی۔ (سیر الاولیاء، ص۲۹۲؛ مکاتباتِ صوفیہ، مکتوب ۱۷)

اہم تصانیف

آپ کی علمی خدمات میں سب سے اہم رسالہ "فوائد الزکریا" ہے، جس میں آپ نے تصوف اور عملی سلوک کے اصول بیان کیے۔ اس کے علاوہ "مکاتباتِ صوفیہ" میں آپ کے خطوط محفوظ ہیں جو آپ کے روحانی افکار کی عکاسی کرتے ہیں۔

(فوائد الزکریا، ص۲۲؛ مکاتباتِ صوفیہ، ص۴۵)

وصالِ مبارک

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ ۶۶۶ھ / ۱۲۶۸ء میں ملتان میں وصال فرما گئے۔ آپ کا مزار شریف ملتان میں واقع ہے جو آج بھی روحانی مرکز ہے۔ (سیر الاولیاء، ص۲۹۵؛ تذکرۃ الاولیاء، جلد دوم، ص۴۲۲)

نوٹ

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے اُن صوفیاء کرام میں سے ہیں جنہوں نے شریعت اور طریقت کے امتزاج سے تصوف کا معتدل اور علمی نظام قائم کیا۔ آپ کی خانقاہ نے صدیوں تک روحانی، سماجی اور علمی تربیت کا کام کیا۔ آپ کی تعلیمات آج بھی اہلِ تصوف کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا فروغِ اسلام میں عظیم کردار

وضاحت: برصغیر پاک وہند میں اسلام کا فروغ زیادہ تر صوفیاء کرام کی تعلیمات، اخلاص اور عملی نمونوں کے ذریعے ہوا۔ انہی صوفیاء کرام میں حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ (۵۶۶ھ–۶۶۶ھ) کا نام نمایاں ہے۔ آپ نے نہ صرف اسلام کی تبلیغ کی بلکہ اس خطے میں سلسلۂ سہروردیہ کو مضبوط بنیادوں پر قائم کیا۔ آپ کی خانقاہ، تعلیمات اور مکتوبات نے برصغیر کی سماجی، مذہبی اور تہذیبی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔

۱۔ ملتان کو مرکزِ اسلام بنانا

حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خانقاہ ملتان میں قائم کی۔ اُس وقت ملتان سیاسی، تجارتی اور علمی اعتبار سے ایک اہم شہر تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اسلامی روحانیت اور تعلیمات کا مرکز بنایا، جسے بعد میں "مدینۃ الاولیاء" کہا جانے لگا۔ یہ خانقاہ صرف عبادت یا ذکر و اذکار تک محدود نہ تھی بلکہ یہاں تعلیم، تبلیغ، غریبوں کی امداد اور عدل و انصاف کے عملی نمونے پیش کیے جاتے تھے۔

(سیر الاولیاء، ص ۲۸۹؛ تذکرۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۴۲۰)

۲۔ تبلیغ و اشاعتِ دین میں کردار

آپ نے عوام میں اسلام کی بنیادی تعلیمات عام کیں؛ توحید، نماز، روزہ اور اخلاقی اصلاح پر زور دیا۔ مقامی باشندوں کی زبان اور ثقافت کو اپنایا تاکہ وہ اسلام کو اجنبی نہ سمجھیں۔ غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور عدل کا سلوک کیا، جس سے وہ اسلام کی طرف راغب ہوئے۔

(فوائد الزکریا، ص ۲۲؛ مکاتباتِ صوفیہ، مکتوب ۱۵)

۳۔ تصوف میں شریعت کی پاسداری

آپ نے تصوف کو محض خانقاہی زندگی تک محدود نہ رکھا بلکہ فرمایا "تصوف کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ شریعت کے ظاہر و باطن پر عمل پیرا ہو۔" (فوائد الزکریا، ص ۱۹) یہ تعلیم عام مسلمانوں اور نئے مسلمان ہونے والوں کے لیے نہایت اہم تھی کیونکہ اس سے اسلام کا عملی اور منظم چہرہ سامنے آیا۔

۴۔ اسلام کے فروغ کے سماجی ذرائع

حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام کو صرف منبر و محراب تک محدود نہ رکھا بلکہ سماجی سطح پر بھی خدمات انجام دیں

- غرباء و مساکین کی کفالت۔
- مسافروں کے لیے لنگر خانہ۔
- خانقاہ کو عدل و انصاف اور مشاورت کا مرکز بنانا۔

یہ تمام اقدامات غیر مسلموں اور مقامی لوگوں کے لیے اسلام کی عملی دعوت بن گئے۔(سیر الاولیاء، ص۲۹۳؛ مکاتباتِ صوفیہ، ص۴۸)

۵۔خلفاء اور مریدین کے ذریعے اسلام کا فروغ

آپ کے خلفاء اور مریدین نے پورے برصغیر میں اسلام کو عام کیا۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے پنجاب میں اسلام کو مضبوط کیا۔ حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے سندھ میں اسلام کی اشاعت کی۔ آپ کے پوتے حضرت شاہ رکنِ عالم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مشن کو آگے بڑھایا۔ یوں آپ کے فیض سے پورے برصغیر میں اسلام پھیلا۔(تذکرۃ الاولیاء، ج۲، ص۴۲۲؛ سیر الاولیاء، ص۲۹۵)

۶۔مکاتبات اور علمی خدمات

حضرت بہاء الدین زکریا کے خطوط) مکاتباتِ صوفیہ (اور رسالہ) فوائد الزکریا (اسلام کے فروغ میں اہم کردار رکھتے ہیں۔ ان میں

- شریعت کی پابندی
- سلوک و طریقت کے اصول
- اخلاقی و سماجی تعلیمات بیان کی گئی ہیں، جو عوام اور خواص دونوں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بنیں۔(مکاتباتِ صوفیہ، ص۴۵؛ فوائد الزکریا، ص۲۵)

نوٹ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر میں اسلام کے فروغ کے لیے عظیم خدمات انجام دیں۔ آپ نے ملتان کو مرکز بنا کر اسلام کو علمی، روحانی اور سماجی سطح پر پھیلایا۔ آپ کی خانقاہ، تعلیمات، تصانیف اور مریدین نے پورے خطے میں اسلام کو مضبوط کیا۔ آج بھی آپ کا مزار اور خانقاہ "دعوتِ اسلام" کا زندہ استعارہ ہیں۔

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا امن و آشتی، اخوت اور یگانگت میں نمایاں کردار

وضاحت۔ برصغیر پاک و ہند مختلف مذاہب، تہذیبوں اور ثقافتوں کا سنگم رہا ہے۔ اس ماحول میں تصوف نے لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب کیا اور معاشرے کو امن و محبت کا پیغام دیا۔ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ (۵۶۶ھ–۶۶۶ھ) نے اپنی خانقاہ کے ذریعے اسلام کا تعارف امن، رواداری، اخوت اور انسانی برابری کی بنیاد پر کرایا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تعلیمات نے برصغیر کو "مدینۃ الاولیاء" کی شکل دی۔

خانقاہ مرکزِ امن و یگانگت

حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ صرف ذکر و عبادت کا مقام نہ تھی بلکہ یہاں مسلمان، ہندو، سکھ اور دیگر مذاہب کے لوگ یکساں عزت پاتے تھے۔ لنگر خانہ ہر خاص و عام کے لیے کھلا رہتا تھا۔ مسافروں اور غریبوں کی مدد بلا تفریقِ مذہب کی جاتی تھی۔ یہ عملی رویہ معاشرتی امن اور یگانگت کی بنیاد بنا۔(سیر الاولیاء، ص۲۸۹؛ تذکرۃ الاولیاء، ج۲، ص۴۲۰)

تعلیماتِ امن واخوت

حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کو صرف باطنی ریاضت تک محدود نہ رکھا بلکہ معاشرتی ہم آہنگی پر زور دیا۔ ان کا قول ہے "تصوف کا کمال یہ ہے کہ مخلوق کے ساتھ محبت اور خالق کے ساتھ وفاداری ہو۔" (فوائد الزکریا، ص ۱۹) یہ تعلیم نہ صرف مسلمانوں کے مابین اخوت و بھائی چارہ قائم کرنے کا ذریعہ بنی بلکہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی اس رواداری سے متاثر ہوئے۔

اختلافات کے بجائے اتحاد کی دعوت

ملتان اُس دور میں مختلف قوموں اور مذاہب کا مرکز تھا۔ حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے اختلافات کو بڑھانے کے بجائے "یگانگت" پر زور دیا۔ آپ نے فرمایا کہ "انسانیت کا احترام ایمان کا حصہ ہے۔" آپ کے مریدین میں غیر مسلم بھی شامل تھے جو آپ کی خانقاہ میں سکون پاتے تھے۔ (مکاتباتِ صوفیہ، مکتوب ۱۵، ص ۴۶)

امن وعدل کا عملی مظاہرہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ ایک طرح کا "عدالتی و اخلاقی مرکز" تھی جہاں جھگڑوں کا فیصلہ کیا جاتا۔ فیصلے انصاف پر مبنی ہوتے اور دونوں فریق راضی ہو کر لوٹتے۔ یہ عدل و انصاف کا ماحول سماجی امن اور یگانگت کی مضبوط بنیاد تھا۔ (سیر الاولیاء، ص ۲۹۳؛ مکاتباتِ صوفیہ، ص ۵۲)

اُخوّت ومحبت کا بین المذاہب اثر

حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں کئی ہندو اور مقامی افراد اسلام سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے، لیکن یہ تبدیلی جبر سے نہیں بلکہ محبت، خدمت، اخلاق اور امن کے پیغام سے ہوئی۔ یہی ان کے سلسلہ سُہروردیہ کی سب سے بڑی خصوصیت ہے کہ اسلام کو "محبت اور یگانگت" کے ذریعے عام کیا گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۴۲۲؛ فوائد الزکریا، ص ۲۵)

معاصر صوفیاء کے ساتھ اخوت

آپ کے معاصر صوفیاء مثلاً حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے قریبی تعلقات تھے۔ ان تعلقات نے سلسلوں میں اتحاد اور عوام میں یگانگت کو فروغ دیا۔ آپ کی زندگی اس بات کی دلیل ہے کہ اختلافِ طریقِ کار کے باوجود صوفیاء اخوت اور محبت کا پیکر تھے۔ (سیر الاولیاء، ص ۲۹۲)

فوائد و ثمرات

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے امن، آشتی اور یگانگت کی ایسی بنیاد ڈالی جس نے برصغیر کے معاشرتی ڈھانچے کو صدیوں تک متاثر کیا۔ ان کی خانقاہ انسانیت کے احترام، مذہبی رواداری اور اخوت کی عملی مثال تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات آج بھی معاشرتی امن اور بھائی چارے کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا امن، آشتی اور یگانگت میں منفرد کردار

وضاحت برصغیر کا بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی کا دور سیاسی و سماجی لحاظ سے نہایت ہنگامہ خیز تھا۔ ایک طرف غوری، خلجی اور تغلق حکمرانوں کی سیاسی کشمکش تھی، تو دوسری طرف ہندو مسلم اختلافات اور ذات پات کا نظام معاشرتی انتشار کا باعث تھا۔ ایسے ماحول میں حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خانقاہ کے ذریعے امن، اخوت اور یگانگت کا پیغام دیا۔ تقابلی مطالعہ سے ان کا کردار اور بھی واضح ہوتا ہے۔

سیاسی و سماجی ماحول اور حضرت بہاء الدین زکریا کا رویہ

حضرت بہاء الدین زکریا کا منفرد رویہ	اس دور کے حالات
آپ نے خانقاہ کو "امن کا مرکز" بنایا اور فرمایا "تصوف کا مقصد لوگوں کو جوڑنا ہے، توڑنا نہیں۔" (فوائد الزکریا، ص ۱۹)	مختلف مسلمان حکمرانوں کے باہمی جھگڑے اور اقتدار کی جنگیں معاشرے میں بدامنی پیدا کر رہی تھیں۔
خانقاہ میں سب کے لیے دروازے کھلے تھے، لنگر سب کو ملتا تھا، چاہے وہ کسی بھی مذہب یا ذات سے ہوں۔ (سیر الاولیاء، ص ۲۸۹)	ہندو سماج میں ذات پات کا نظام رائج تھا، نچلی ذات کے لوگ پست سمجھے جاتے تھے۔
آپ نے غیر مسلموں کے ساتھ رواداری برتی اور اسلام کو محبت کے ذریعے متعارف کرایا۔ (تذکرۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۴۲۰)	سیاسی دباؤ کے تحت مذہبی سختیاں بڑھتی تھیں۔

مذہبی اختلافات اور حضرت بہاء الدین زکریا کی حکمتِ عملی

اس دور کے علمی اختلافات کے تناظر میں حضرت بہاء الدین زکریا کا منفرد رویہ

حضرت بہاء الدین زکریا کا رویہ	اُس دور کے حالات
آپ نے تصوف کو شریعت کے ساتھ جوڑ کر یہ اصول دیا "شریعت کے بغیر حقیقت گمراہی ہے۔" (فوائد الزکریا، ص ۲۲)	علماء (سوء) کے درمیان فقہی اختلافات شدت اختیار کر رہے تھے۔
آپ نے بابا فرید الدین گنج شکر اور لال شہباز قلندر جیسے معاصرین کے ساتھ اخوت و محبت کا رشتہ رکھا۔ (سیر الاولیاء، ص ۲۹۲)	صوفی سلسلوں میں بعض اوقات مسلکی تفریق نمایاں ہوتی تھی۔

اُس دور کے حالات	حضرت بہاء الدین زکریا کا رویہ
عوام مذہبی شدت پسندی سے دور ہو رہے تھے۔	آپ نے اسلام کو نرمی، اخلاق اور خدمتِ خلق کے ذریعے پھیلایا، جس سے عوام اسلام کی طرف مائل ہوئے۔ (مکاتباتِ صوفیہ، ص ۴۵)

معاشرتی بگاڑ اور حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاح

معاشرتی مسائل کے حل میں حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم کردار

اُس دور کے معاشرتی مسائل	حضرت بہاء الدین زکریا کا اصلاحی کردار
غربت، بھوک اور استحصال عام تھا۔	آپ نے خانقاہ میں لنگر اور امداد کا نظام قائم کیا۔ (سیر الاولیاء، ص ۲۹۳)
جھگڑے اور دشمنیاں پھیل رہی تھیں۔	آپ کی خانقاہ ایک "مصالحتی مرکز" تھی جہاں جھگڑوں کو انصاف کے ساتھ حل کیا جاتا۔ (مکاتباتِ صوفیہ، ص ۵۲)
معاشرے میں خوف اور عدمِ اعتماد پایا جاتا تھا۔	آپ نے محبت اور اعتماد کی فضا پیدا کی، جس سے مختلف مذاہب کے لوگ قریب آئے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۴۲۲)

منفرد پہلو (Unique Contributions)

- امن کی حکمتِ عملی سیاسی خلفشار کے باوجود خانقاہ کو امن و سکون کا گہوارہ بنایا۔
- یگانگت ذات پات اور مذہبی تقسیم کو توڑ کر مساوات کا عملی مظاہرہ کیا۔
- اخوت دیگر صوفی سلسلوں کے مشائخ سے تعلقات رکھ کر "روحانی اتحاد" کو فروغ دیا۔
- رواداری غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک اور رواداری سے اسلامی تعلیمات کا پرامن تعارف کرایا۔
- خدمتِ خلق لنگر، امداد اور عدل کے ذریعے عملی سطح پر اسلام کی اصل روح اجاگر کی۔

تفرداتِ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا کردار اُس دور کی سیاسی کشمکش، مذہبی اختلافات اور سماجی بگاڑ کے مقابل ایک منفرد اور انقلابی متبادل تھا۔ آپ نے اسلام کے پیغام کو امن، اخوت اور یگانگت کی عملی شکل دے کر برصغیر کے دلوں میں گھر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی خانقاہ آج بھی "امن و آشتی کا مرکز" سمجھی جاتی ہے۔

خلاصہ کلام

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ (۵۶۶ھ–۶۶۶ھ) برصغیر کے اُن صوفیاء میں سے ہیں جنہوں نے اسلام کے فروغ کے ساتھ ساتھ معاشرتی امن، اخوت اور یگانگت کو بھی اپنی دعوت کا مرکزی حصہ بنایا۔ ان کا کردار اس دور کے سیاسی خلفشار، مذہبی اختلافات اور سماجی ناہمواریوں کے مقابل ایک منفرد متبادل (Unique Alternative) کے طور پر ابھرا۔

نمایاں خدمات درج ذیل نکات میں درج ہیں

امن و آشتی کی بنیاد

اس وقت برصغیر سیاسی کشمکش اور فرقہ واریت کا شکار تھا۔ حضرت بہاء الدین زکریا نے ملتان میں خانقاہ کو ایسا مرکز بنایا جہاں ہر مذہب اور طبقے کے لوگ امن و سکون پاتے۔

دلیل خانقاہ کے لنگر اور عدل و انصاف کے نظام نے عوامی اعتماد کو بڑھایا۔ (سیر الاولیاء، ص ۲۸۹؛ مکاتباتِ صوفیہ، ص ۵۲)

اخوت و مساوات کا عملی مظاہرہ

ہندو معاشرے میں ذات پات کی تقسیم رائج تھی۔ آپ نے سب کو برابر عزت دی اور خانقاہ کے دروازے سب کے لیے کھلے رکھے۔

دلیل آپ کی خانقاہ میں ہندو، مسلمان اور سکھ سب یکساں فیض پاتے تھے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۴۲۰)

یگانگت اور مذہبی رواداری

فقہی و صوفی سلسلوں کے اختلافات کے باوجود آپ نے بابا فرید الدین گنج شکر اور لال شہباز قلندر جیسے صوفیاء سے محبت و تعلقات قائم رکھے۔

دلیل آپ کا قول "شریعت کے بغیر حقیقت گمراہی ہے" نے شدت پسندی کو روکا اور اتحاد کو فروغ دیا۔ (فوائد الزکریا، ص ۱۹)

خدمتِ خلق کے ذریعے دعوتِ اسلام

غربت اور ناانصافی کے دور میں آپ نے لنگر، امداد اور سماجی انصاف کو اپنی خانقاہ کا حصہ بنایا، جو اسلام کی پرامن دعوت کا عملی مظہر تھا۔

دلیل خانقاہ کے لنگر اور مصالحتی فیصلے غیر مسلموں کو بھی اسلام کے قریب لائے۔ (سیر الاولیاء، ص ۲۹۳؛ مکاتباتِ صوفیہ، ص ۴۵)

حاصلات

1. حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر میں اسلام کے فروغ کے لیے امن، رواداری اور خدمتِ خلق کو بنیادی اصول بنایا۔
2. آپ کی خانقاہ ایک ایسے مرکز کے طور پر ابھری جو مساوات، بین المذاہب ہم آہنگی اور سماجی اخوت کی عملی ترویج کا منبع تھی۔
3. آپ کی تعلیمات نے ذات پات، فرقہ واریت اور سیاسی کشمکش کے مقابل ایک متوازن اور انسانیت دوست متبادل فراہم کیا۔

4. نتیجتاً، آپ کا کردار برصغیر کی تاریخ میں امن و آشتی اور یگانگت کے فروغ کے لیے منفرد اور دائمی اہمیت کا حامل قرار پاتا ہے۔

5. حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر میں اسلام کے پیغام کو محبت، امن، اخوت اور یگانگت کی شکل دے کر پیش کیا۔ آپ کی خانقاہ محض روحانی مرکز نہیں بلکہ سماجی انصاف، انسانی برابری اور مذہبی رواداری کا عملی ماڈل تھی۔ اس لحاظ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کردار نہ صرف منفرد تھا بلکہ آج کے عالمی تناظر میں بھی قابلِ تقلید ہے۔

مصادر و مراجع

- شیخ شہاب الدین سہروردی،(عوارف المعارف)
- شیخ بہاءُالدین زکریا،(فوائد الزکریا)
- فرید الدین عطار،(تذکرۃ الاولیاء)
- خواجہ محمد صادق قریشی،(سیر الاولیا)
- شیخ بہاءالدین زکریا،(فوائد الزکریا)
- شیخ شہاب الدین سہروردی،(عوارف المعارف)
- فرید الدین عطار،(تذکرۃ الاولیاء)
- خواجہ محمد صادق قریشی،(سیر الاولیا)
- شیخ بہاءُالدین زکریا،(فوائد الزکریا)

مکاتبات صوفیہ

- شیخ شہاب الدین سہروردی،(عوارف المعارف)
- فرید الدین عطار،(تذکرۃ الاولیاء)
- خواجہ محمد صادق قریشی،(سیر الاولیا)
- شیخ شہاب الدین سہروردی،(عوارف المعارف)
- شیخ بہاءُالدین زکریا،(فوائد الزکریا)
- مکاتبات صوفیہ (مکتوبات مشائخ)
- فرید الدین عطار،(تذکرۃ الاولیاء)
- خواجہ محمد صادق قریشی،(سیر الاولیاء)
- شیخ شہاب الدین سہروردی،(عوارف المعارف)
- شیخ بہاءُالدین زکریا،(فوائد الزکریا)
- مکاتبات صوفیہ (مجموعہ مکتوباتِ مشائخ)
- فرید الدین عطار،(تذکرۃ الاولیاء)
- خواجہ محمد صادق قریشی، (سیر الاولیا)

حضرت بہاء الدین زکریا سہر وردی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے نسب کی بحث

پیرزادہ عابد حسین شاہ

ناظم بہاء الدین زکریا لائبریری چکوال

برصغیرِ پاک و ہند اور بنگلہ دیش میں علمُ الانساب پر طویل اسلامی صدیوں کے دوران عدم توجہ کے باعث اس خطے میں عرب دنیا کی طرز پر اس علم و فن میں تسلسل کے ساتھ تصنیفات سامنے نہیں آئیں۔ اس کا نتیجہ آج یہ ہے کہ یہاں آباد اقوام و قبائل کے انساب پر آگاہی کے لیے متعلقہ قوم و قبیلہ میں موجود مشجرات اور صدری روایات ہی کو اصل ماخذ و مصدر کی حیثیت حاصل ہے، جنہیں دیگر ذرائع سے جانچنے کے لیے مواد کی کمی کے باعث یہ عمل آسان نہیں رہا۔ مزید یہ کہ ہر خاندان و قوم کے نسب کے بارے میں متعدد روایات سامنے آئیں۔

چنانچہ اس پس منظر میں، برصغیر میں صوفیہ کے سلسلۂ سہروردیہ کے سرتاج، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت غوث بہاءُ الحق والدین زکریا سہروردی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۶۶۶ھ / ۱۲۶۷ء) کی ذاتِ بابرکات کے نسب کے بارے میں، ان کے اجداد و احفاد کے خاندانی مشجرات اور مشاہیر کے تذکروں کی روشنی میں حاصلِ مطالعہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔

عرب و عجم کے جن علماء و مؤرخین نے حضرت بہاء الدین زکریا سہروردی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے قریشی النسب ہونے کا ذکر کیا، ان میں سب سے پہلا نام مؤرخِ عراق شیخ ابوالفضل کمال الدین عبدالرزاق بن احمد صابونی شیبانی حنبلی بغدادی المعروف بہ ابن الفوطی (وفات ۷۲۳ھ / ۱۳۲۳ء) کا ہے۔ (۱)

حضرت غوث بہاء الحق کے پوتے حضرت علم الدین سلیمان بن قدوۃ الدین احمد بن بہاء الدین زکریا سہروردی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ (وفات تقریباً ۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء) نے عرب دنیا کے متعدد اسفار کیے۔ آپ حرمین شریفین، دمشق اور بیت المقدس حاضر ہوئے، اور ۷۰۹ھ میں بغداد پہنچے تو شیخ ابن الفوطی نے شاگردی اختیار کی۔ ابن الفوطی نے اپنی مشہور تصنیف مجمع الآداب فی معجم الألقاب میں ان کا ذکر کرتے ہوئے نام کے ساتھ "قریشی" لکھا۔ (۲)

اسی دور کی ایک اور نمایاں شخصیت مراکش کے مشہور سیاح شیخ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ طنجی نبی المعروف بہ ابن بطوطہ (وفات ۷۷۹ھ / ۱۳۷۷ء) ہیں، جو ۱۳۲۵ء میں اپنے وطن طنجہ (مراکش) سے روانہ ہوئے اور ستائیس برس تک اسلامی دنیا کی سیاحت کے بعد ۱۳۵۲ء میں واپس وطن پہنچے۔ وہ عربی کے علاوہ ترکی اور فارسی زبانوں پر بھی عبور رکھتے تھے۔ جب وہ سندھ کے راستے ہندوستان پہنچے تو اُچ شریف سے ہوتے ہوئے ملتان آئے، اُس وقت حضرت بہاء الدین زکریا کے پوتے شیخ الاسلام حضرت ابوالفتح شاہ رکنِ عالم (وفات

۷۳۵ھ / ۱۳۳۵ء) درگاہ سہروردیہ کے سجادہ نشین تھے۔ شیخ ابن بطوطہ دو ماہ تک ان کے متعلقین کے ہاں مقیم رہے، پھر براستہ پاکپتن دارالحکومت دہلی روانہ ہوئے۔ ان کا تفصیلی بیان سفر نامہ ابن بطوطہ میں موجود ہے، جس کے ایک سے زائد اردو تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ جس میں ابن بطوطہ نے حضرت شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا تو ساتھ میں "قریشی" ہونا لکھا۔(۳)

اور تیسری شخصیت مؤرخ وسیاح مولانا حامد بن فضل اللہ جمالی سہروردی دہلوی (وفات ۹۴۲ھ / ۱۵۳۶ء) کی ہے، جو عالم، صوفی، واسع الاطلاع مصنف اور عرب دنیا نیز ملتان کے اس خطے میں سہروردی مشایخ کے اولین اہم سوانح نگار تھے۔ ان کی "سیر العارفین" کا فارسی سے اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ اس میں ملتان کے مشایخِ سہروردیہ کا "قریشی" ہونا بیان کیا گیا ہے۔(۴)

تاہم ان تینوں کے ہاں یہ صراحت نہیں ملتی کہ وہ قبیلۂ قریش کی کس شاخ کے فرزند تھے، جب کہ حسب ذیل اکابر نے اس موضوع کو مزید تفصیل سے آگے بڑھایا۔

حضرت غوث بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا پوتے حضرت علم الدین سلیمان سہروردی ملتانی اپنے دور کے اکابر علمائے ہند میں سے تھے، اور آپ کی دس سے زائد تصنیفات ہیں۔ ان میں سے ایک عربی کتاب "شرح اصول الفقه للفخر البزدوی" کے ابتدائی حصے پر ڈاکٹر جعفر بن عبد الرحمن بن جمیل قصّاص نے تحقیق انجام دے کر ۲۰۱۸ء میں اُمّ القریٰ یونیورسٹی، مکہ مکرمہ سے چودہ سو صفحات پر مشتمل مقالے پر پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔

اسی طرح آپ کی دوسری عربی تصنیف "شرح المختصر الأصولی لابن الحاجب" کے ایک باب پر تحقیق اور حواشی تحریر کئے، جو اسی یونیورسٹی کے مجلہ "علوم الشریعة والدراسات الإسلامیة" کے شمارہ نمبر ۷۹ بابت دسمبر ۲۰۱۹ء میں صفحہ ۶۰۳ تا ۶۲۷ پر مطبوع ہیں۔

آغاز میں شرح المختصر الأصولی لابن الحاجب کے قلمی نسخے کے ابتدائی صفحے کا عکس بھی شامل کیا گیا ہے، جہاں حضرت نے اپنا نام حسبِ ذیل الفاظ میں تحریر کیا ہے العبد الضعیف سلیمان بن احمد بن زکریا القرشی الأسدی۔(۵) نیز ڈاکٹر جعفر قصاص نے مقدمہ میں بھی آپ کا نسب "اسدی قریشی" بیان کیا۔(۶)

اور محدث ہند شیخ عبد الحق محدث دہلوی (وفات ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء) نے "اخبار الاخیار" میں یہ لکھا: شیخ الاسلام بہاء الدین ابو محمد زکریا ملتانی القرشی الاسدی۔(۷)

مکہ مکرمہ میں گیارہویں صدی کے عالم، محدث، مسند حجاز، کثیر التصانیف، مدرس مسجد حرم، شیخ ابو الاسرار حسن بن علی عجیمی حنفی (وفات ۱۱۱۳ھ / ۱۷۰۲ء) نے اپنی کتاب "خبایا الزوایا" میں اطلاع دی ہے کہ ان کے زمانہ کے مکہ مکرمہ میں مقام مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک "مولانا بہاء الدین زکریا العارف القرشی الاسدی الملتانی" سے منسوب زاویہ تکیہ موجود ہے جو درویشوں سے بھرا رہتا ہے اور وہاں صبح کی نماز کے بعد جوش دلانے والی آوازوں میں ذکر اللہ ہوتا ہے نیز بعض راتوں کو بھی بآواز بلند اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ شیخ حسن

عجیمی خود صوفیہ کے متعدد سلاسل میں اسلامی دنیا کے مختلف مشائخ سے مجاز تھے۔ انہوں نے یہاں حضرت بہاء الدین زکریا کا مختصر تعارف بھی پیش کیا، نیز ان کے طریق پر یمن کے شیخ الاسلام عبد الرحیم بن صدیق زبیدی حنفی (وفات ۱۰۷۶ھ / ۱۶۶۶ء) سے حاصل اجازت و خلافت کا سہروردی شجرہ طریقت بھی درج کتاب کیا۔(۸)

عراق کے کثیر التصانیف عالم شیخ سید یونس بن ابراہیم سامرائی (وفات ۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء) نے پاک و ہند کے عربی النسل علماء و مشائخ کے احوال و خدمات پر ضخیم کتاب "علماء العرب في شبه القارة الهندية" لکھی۔ جس میں حضرت بہاء الدین زکریا اور ان کے فرزند و جانشین حضرت صدر الدین محمد عارف کے حالات میں دونوں مقامات پر ساتھ "اسدی قریشی" لکھا۔(۹) لیکن ان اکابر کے ہاں یہ تفصیل نہیں ملتی کہ "اسد" سے کون سے بزرگ مراد ہیں۔ جبکہ مذکورہ ذیل کی تحریروں سے یہ موضوع مزید واضح ہوتا ہے۔

ان میں پہلا نام حضرت شیخ عین الدین بیجاپوری (وفات ۷۹۵ھ / ۱۶۲۰ء) کا ہے، آپ ریاست بیجاپور جو ان دنوں ہندوستان کے صوبہ کرناٹک کا حصہ ہے، وہاں کے اکابر علماء و صوفیہ میں سے تھے۔ وہ ۷۰۶ھ / ۱۳۰۲ء میں دہلی سے تقریباً دس کلومیٹر فاصلہ پر گاؤں نوکہ میں پیدا ہوئے اور بیجاپور شہر میں وفات پائی جہاں مزار مشہور و معلوم اور مرجع خلائق ہے۔ مختلف علوم و فنون میں ۱۳۲ تصانیف تھیں۔ آپ کے احوال مولانا محمد ابراہیم زبیری بیجاپوری کی کتاب "روضۃ الاولیائے بیجاپور" میں چھ صفحات پر دیئے گئے ہیں۔ نیز اب الحاج چوہدری راجہ حسن (پیدائش ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء) کی جمع و مرتب کردہ اردو کتاب "قطب زماں، مربی اولیاء اللہ حضرت شیخ عین الدین گنج العلوم جنیدی بیجاپوری" ۲۰۰۵ء میں ۶۶ صفحات پر شائع ہوئی۔

ملتان کے سہروردی خانوادے سے حضرت شیخ عین الدین بیجاپوری کے قریبی تعلق کے بارے میں دو اشارے ملتے ہیں۔

- اوّل یہ کہ "روضۃ الاولیائے بیجاپور" میں مذکور ہے کہ شیخ عین الدین کے استاذ و مربی حضرت شیخ شمس الدین محمد دامغانی (مدفون گلبرگہ) نے کم سنی میں حضرت شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرّہ کو دیکھا، نیز ان کے فرزند و جانشین حضرت شیخ صدر الدین محمد (وفات ۶۸۴ھ / ۱۲۸۶ء) سے فیض یافتہ تھے۔ (۱۰)
- دوم یہ کہ حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور درگاہِ سہروردیہ کے سجادہ نشین حضرت شیخ ابوالفتح شاہ رکنِ عالم (وفات ۷۳۵ھ / ۱۳۳۵ء) دو تین بار دارالحکومت دہلی تشریف لے گئے، بلکہ ۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء میں وہ گزشتہ چار سال سے دہلی میں مقیم تھے۔(۱۱)

اسی زمانے میں شیخ عین الدین بیجاپوری بھی دہلی میں سکونت پذیر تھے، لہٰذا قرینہ ہے کہ دونوں اکابر صوفیہ کے مابین ملاقات ضرور ہوئی ہوگی۔ اور مشہور مؤرخ ہند محمد قاسم فرشتہ (وفات ۱۰۲۹ھ / ۱۶۲۰ء) ۹۹۷ھ / ۱۵۸۹ء میں ہجرت کر کے ریاست بیجاپور پہنچے، جہاں ۹۸۹ھ / ۱۵۸۱ء سے ابراہیم عادل شاہ ثانی (وفات ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء) والی و حکمران تھے۔ انہی ابراہیم شاہ کے حکم پر محمد قاسم فرشتہ نے ہندوستان کی تاریخ

تصنیف کی اور اسے "گلشنِ ابراہیمی" نام دیا، جو بعد ازاں "تاریخ فرشتہ" کے عرفی نام سے مشہور و مقبول ہوئی۔ اس کے دو اردو تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ بارہ ابواب پر مشتمل "تاریخ فرشتہ" کا آخری باب تذکرۂ مشائخِ ہند پر ہے، جہاں حضرت شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرّہ کے احوال درج ہیں۔ وہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شیخ عین الدین بیجاپوری نے تذکرۃ الاولیاءِ ہند میں لکھا ہے کہ "شیخ بہاء الدین زکریا اولادِ مہیار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ بن قُصَی سے ہیں۔"(۱۲) یوں محمد قاسم فرشتہ نے حضرت عین الدین بیجاپوری کی تحریر ان کی کتاب سے بلاواسطہ اخذ کر کے ہم تک پہنچائی۔

پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع نے اپنے تحقیقی مقالے میں ذیلی عنوان "حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت القرشی الاسدی کی نسبت کے معنی اور ان کے ھباری اجداد کے کچھ احوال" قائم کر کے تاریخ فرشتہ کی مذکورہ عبارت کو تصحیح و تحقیق کے ساتھ درست صورت میں پیش کیا۔

انہوں نے لکھا ہے کہ "تاریخ فرشتہ میں یہ عبارت تمام کی تمام مصحف (یعنی تصحیف و تبدیل شدہ) ہے، اور اسے یوں پڑھنا چاہیے ھبار بن الأسود بن المطلب بن أسد بن عبد العزیٰ بن قُصَی"۔(۱۳)

اس سے آگے مزید واضح اور شفاف معلومات حضرت شاہ رکن عالم ملتانی کے مرید و خلیفہ شیخ فضل اللہ ماجو کی تصنیف "فتاویٰ صوفیہ" میں درج ہیں۔ شیخ فضل اللہ محمد بن ایوب ماجو سہروردی دہلی کے نواح کے باشندے تھے اور دہلی و ملتان دونوں میں مقیم رہے۔ وہ اپنے مرشد گرامی کی وفات کے ایام یعنی ۷۳۵ھ میں حیات تھے۔ شیخ فضل اللہ ماجو نے فقہ حنفی کو صوفیانہ رنگ و مزاج میں پیش کرتے ہوئے عربی زبان میں "الفتاوی الصوفیۃ فی طریق البھائیۃ" کے نام سے ایک گراں قدر تصنیف مرتب کی۔ یہ کتاب تاحال شائع نہیں ہوئی، تاہم اس کے قلمی نسخے ترکی، مصر اور دیگر ممالک میں محفوظ ہیں۔

مشہور فقیہ حنفی اور "الدر المختار فی شرح تنویر الأبصار" کے مصنف مفتی اعظمِ شام، شیخ علاء الدین محمد بن علی الحصکفی دمشقی (وفات ۱۰۸۸ھ / ۱۶۷۷ء) نے اس کتاب کا اختصار تیار کیا تھا، جس کا قلمی نسخہ "اختصار الفتاوی الصوفیۃ فی طریق البھائیۃ" کے نام سے مکتبہ الاسد، دمشق میں موجود ہے۔ یہ نسخہ ۱۱۴۰ھ سے قبل کا کتابت شدہ ہے اور زیرِ نمبر ۱۴۳۷ / تصوف ۱۴۳ محفوظ ہے، جس کا برقی عکس بھی دستیاب ہے۔ مکتبہ سلیمانیہ استنبول میں محفوظ فتاویٰ صوفیہ کے مکمل دو قلمی نسخوں میں سے ایک ۲۴۸، اوراق پر زیر نمبر ۴۴-۲۹ / ۷۰۸ تکمیل کتابت وسط شوال ۹۶۳ھ / ۱۵۵۶ء بقلم محمود بن طور غد اور دوسر نسخہ ۲۷۱، اوراق کا زیر نمبر ۱۵۹۲ / ۱۹۹۴ / ۹۲۷-۲۹۷۴ ہے۔ جس کی کتابت ترکی کے مقام بیر زرین کے قاضی نصوح سنان نے اواخر جمادی الاول ۱۰۰۵ھ / ۱۵۹۷ء کو مکمل کی۔

شیخ فضل اللہ ماجو سہروردی نے فتاویٰ صوفیہ کے ایک مقام پر خود کو حضرت شاہ رکن عالم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اجازت و خلافت یافتہ قرار دیا اور تفصیل سے وہ موقع بیان کیا جب انہیں خرقۂ خلافت عطا ہوا۔ وہ فرماتے ہیں کہ بروز جمعہ رجب ۷۱۶ھ / ۱۳۱۶ء کو آپ دہلی

سے ملتان واپس آرہے تھے اور مندوتی نامی مقام پر پالکی میں سوار تھے، ہاتھ میں ”خرقہ وجبہ“ (خرقۂ تبرک) تھا۔ اُس وقت اپنے بھائی و خلیفہ حضرت شیخ عماد الدین اسماعیل شہید (وفات ۷۲۹ھ / ۱۳۲۹ء) سے فرمایا کہ ”یہ خرقہ اسے پہناؤ۔“ چنانچہ میں قبلہ رُخ کھڑا ہوا، شیخ عماد الدین نے حکم کی تعمیل میں خرقہ ہاتھ میں لے کر میرے سامنے کھڑے ہو کر مجھے وہ خرقہ پہنایا۔

فتاویٰ صوفیہ کی اصل عربی عبارت یہ ہے:

”قال الجامع فضل الله بن محمد بن ايوب الامام غفر الله لهم لبست خرقة المشايخ الصوفية، يوم الجمعة وقت الاشراق، وأخذ شيخي شيخ الإسلام رضى الله عنه، الخرقة بيده، وذلك عند الرجوع من حضرة الدهلي إلى بلدة ملتان، في منزل مندوتي، والشيخ جالس في المحمل يقال له فيما بين الناس البالكي، وأعطاها لأخيه العالم ولي الله في أرضه عماد الملة والدين إسماعيل قدس الله سره، وقال ألبست، وأنا قائم مستقبل القبلة، وجاء الشيخ عماد الدين، وقام بين يديّ مستقبلاً بوجهي، مستدبر القبلة، ووضع الخرقة بيديه على رأسي وألبسني.“(۱۴)

حضرت ابو الفتح شاہ رکن عالم سہروردی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ خلیفہ، فقیہ حنفی شیخ فضل اللہ ماجو دہلی سے ملتان منتقل ہو چکے تھے۔ ان کی کتاب ”الفتاوى الصوفية في طريق البهائية“ کا نام خود حضرت غوث بہاء الحق زکریا سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے رکھا گیا۔ انہوں نے متعدد مقامات پر ملتان کے سہروردی مشائخ کا ذکر کیا۔ ایک جگہ حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا نام یوں لکھا:

”شيخ شيوخ الإسلام والمسلمين بهاء الحق والدين أبو محمد زكريا القرشي الأسدي الملتاني رضي الله عنه۔“

مزید فرمایا کہ کتاب میں جہاں بھی ”شیخ سے سنا“ یا ”شیخ نے فرمایا“ کے الفاظ ہیں، ان سے مراد میرے مرشد حضرت شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

فتاویٰ صوفیہ میں ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں ”وما ذكرت في بعض المواضع سمعت شيخي أو قال الشيخ، فهو شيخنا شيخ الإسلام قطب العالم ركن الحق والدين أبو الفتح فيض الله رضي الله عنه.“(۱۵)

اور دوسرے باب کی دوسری فصل میں آپ نے حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا نسب نامہ ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا کہ یہ مجھے شیخ صدر الدین محمد (وفات ۶۸۴ھ / ۱۲۸۶ء) کے ہاتھ و قلم سے لکھا ہوا باوثوق نسخہ سے ملا ہے۔ فتاویٰ صوفیہ کی عبارت یہ ہے:

”وذلك لأني وجدت نسخة مكتوبة موثوقة بخط شيخنا شيخ الإسلام صدر الحق والدين أبو المغانم محمد رضي الله عنه، أن كانت هذه الأنساب، محمد بن زكريا بن محمد بن أبي بكر بن علي بن محمد بن الحسين بن عبد الله بن الحسن بن المطرف بن خزيمة بن حازم بن محمد بن المطرف بن عبد الرحيم بن عبد الرحمن بن هبار، وهو أسلم بين يدي النبي علیہ السلام ذكره في المغازي للواقدي، وهو ابن الأسود بن المطلب بن أسد بن عبد العزى بن قصي بن كلاب بن مرة بن كعب...“(۱۶)

مزید برآں، ہندوستان کے شہر دھوراجی، ضلع راج کوٹ، صوبہ گجرات میں واقع مشہور درس گاہ دارالعلوم مسکینیہ کے دارالافتاء سے مفتی

محمد مدثر رضوی نے بروز پیر ۲۴ ذوالحجہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۶ اگست ۲۰۱۹ء کو جاری کردہ فتویٰ نمبر ۴/۱۲۴۳ میں یہ تحریر کیا:

"الجواب بعون الملك الوهاب :

صورتِ مسئولہ میں شیخ الاسلام والمسلمین حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نسباً قریشی اسدی تھے۔ اور صحابی رسول حضرت سیدنا ہبار بن اسود رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ اکیس واسطوں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدّ امجد حضرت قصی بن کلاب سے جاملتا ہے۔ جیسا کہ "مرآۃ الاسرار" صفحہ ۶۹۵ پر ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب اسد قریشی سے جاملتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے:

"حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی بن حضرت مولانا وجیہ الدین محمد غوث بن شیخ کمال الدین ابو بکر بن شیخ جلال الدین بن شیخ علی قاضی بن شیخ شمس الدین محمد بن حسین بن عبد اللہ بن حسین بن مطرف بن خزیمہ بن حازم بن محمد بن مطرف بن عبد الرحیم بن عبد الرحمن بن ہبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزی بن قصی۔" (فیضان بہاء الدین زکریا ملتانی، صفحہ ۴)۔ واللہ تعالیٰ اعلم"۔

مزید برآں مؤرخ کشمیر منشی محمد دین فوق (۱۷)، پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع (۱۸)، علامہ سید سلیمان ندوی (۱۹)، علامہ سید ابو ظفر ندوی (۲۰)، قاضی عبد الحفیظ اطہر مبارکپوری (۲۱)، مولانا نور احمد خان فریدی (۲۲)، مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری (۲۳)، پروفیسر رانا غلام سرور (۲۴) جو حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگار ہیں —اور خاندان میں محفوظ بعض مشجرات کے مطابق حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا نسب قبیلۂ قریش کی شاخ بنو اسد بن عبد العزی سے متصل ہوتا ہے۔

جبکہ گمنام مصنف کی کتاب "خلاصۃ العارفین" (۲۵)، کے علاوہ سجادہ نشین درگاہِ غوثیہ ملتان مخدوم حسن بخش قریشی (۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء میں زندہ) کی "انوار غوثیہ" (۲۶)، خاندان میں محفوظ اکثر مشجرات، نیز بعض دورِ جدید کے مصنفین کے مطابق آپ قبیلۂ قریش کی شاخ "بنو ہاشم" کے فرزند تھے اور سلسلۂ نسب حضرت اسد بن ہاشم سے جاملتا ہے۔

" خلاصۃ العارفین " گیارہویں صدی ہجری کے بعد کی تصنیف ہے، جس کا فارسی متن اور اردو ترجمہ دونوں شائع ہو چکے ہیں۔ نیز اس پر ایران میں تحقیقی کام بھی ہوا، اور اس کے نتیجے میں ڈاکٹر شمیم زیدی کو پی ایچ ڈی کی سند عطا کی گئی۔ ان کا مقالہ بعد ازاں شائع ہوا، مگر اس تمام علمی و تحقیقی عمل کے باوجود "خلاصۃ العارفین" کے مصنف کا نام واضح نہیں ہو سکا۔ مزید برآں، اس کے مختلف قلمی نسخوں میں قابلِ ذکر فرق اور تضاد موجود ہے۔

چنانچہ پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی نے اپنی کتاب "احوال و آثار حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی" میں اس حقیقت کو یوں بیان کیا:
"خلاصۃ العارفین اصل میں تین ملفوظات کا مجموعہ ہے، اس کے مؤلف کا علم نہیں کہ کون ہے؟ اس میں اکثر روایتیں دیومالائی نوعیت کی ہیں۔ اس کے مختلف قلمی نسخے پائے جاتے ہیں، اور ان میں مرضی کے مطابق تبدیلیاں کی گئی ہیں۔" (۲۷)

”خلاصۃ العارفین“میں ردّوبدل کی ایک مثال یہ ہے کہ اس کے اردو ترجمے میں حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب حضرت اَسد بن ہاشم سے متصل بتایا گیا ہے، جبکہ اس کا جو فارسی قلمی نسخہ مولانا غلام دستگیر نامی کے پاس تھا، اُس میں متعلقہ عبارت بالکل مختلف ہے۔ مولانا غلام دستگیر نامی نے اس کی اطلاع اپنی کتاب ”تاریخ جلیلہ“ میں یوں دی:

"ہمارے پاس ایک قلمی کتاب خلاصۃ العارفین موجود ہے، اس میں غوث بہاء الدین کے والد بزرگوار شیخ محمد بن شیخ کمال الدین بن وجیہ الدین ابوبکر، کو عبدالرحمن بن عیاض بن اَسد بن مطلب بن اَسد بن عبد العزی، یعنی عبد مناف کے چچا کی اولاد سے بتایا گیا ہے۔"(۲۸)

علاوہ ازیں پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع نے اپنے مقالہ ”شیخ الکبیر شیخ الاسلام بہاء الدین ابو محمد زکریا ملتانی القرشی الأسدی رحمۃ اللہ علیہ“ میں آپ کا نسب ذکر کیا، جو خلاصۃ العارفین کے قلمی نسخے سے ماخوذ ہے اور بنو اَسد بن عبد العزی سے ملتا ہے۔(۲۹)

مزید یہ کہ ڈاکٹر شمیم محمود زیدی صاحبہ نے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و مقام نیز خلاصۃ العارفین کے فارسی متن کی تحقیق و تصحیح پر تہران یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی مکمل کی۔ ان کا مقالہ ”احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی و خلاصۃ العارفین“ کے عنوان سے ۲۰۸ صفحات پر شائع ہوا۔ اور خلاصۃ العارفین کے مختلف نسخوں میں فرق اس مقالے سے بھی عیاں ہے۔ چنانچہ قبل ازیں اس کا جو اُردو ترجمہ چھپ چکا تھا، اس میں آپ کا نسب اسد بن ہاشم سے اور اس مقالہ میں تصحیح شدہ نسخہ میں اسد بن عبد العزیٰ سے متصل ہے۔(۳۰)

ادھر خود عرب ماہرین انساب اس نکتہ پر متفق ہیں کہ اسد بن ہاشم کی نسل آگے نہیں چلی اور خاص اس موضوع پر راقم السطور کا کتابچہ ”حضرت اسد بن ہاشم کی نسل“ نام سے ۲۰۱۸ء میں بہاء الدین زکریا لائبریری چکوال سے ۷۴ صفحات پر شائع ہو چکا ہے، نیز ”مقالات عرب“ جلد اول صفحہ ۵۵ تا ۹۰ پر شامل ہے جو ۲۰۲۴ء میں فرید بک سٹال لاہور نیز مکتبہ اہل سنت، پرتاول، مہراج گنج صوبہ اترپردیش ہندوستان نے شائع کی۔ یہاں تفصیل و تکرار کی حاجت نہیں۔ البتہ معاصر عرب مصنفین کی اس موضوع پر تین اہم کتب کا یہاں حوالہ و ذکر ضروری ٹھہرا، جو حال ہی میں راقم السطور کے مطالعہ میں آئیں۔ ان میں پہلی کتاب عراق کے ادیب و مؤرخ و ماہر انساب جمیل بن ابراہیم حبیب (پیدائش ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء) کی ۱۶۰ صفحات پر مطبوع ”القول الجازم فی نسب بنی ھاشم“ ہے۔ جس میں ہے کہ حضرت اسد بن ہاشم کی نسل آگے نہیں چلی، الا یہ کہ بیٹی حضرت فاطمہ بنت اسد سے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں ”واسد بن ھاشم، انقرض إلا من ابنتہ فاطمۃ ابنۃ اسد“(۳۱)

اور دوسری کتاب ڈاکٹر حسن الحسینی کی ضخیم تصنیف ”بنوھاشم“ کی ۷۴۰ صفحات پر مطبوعہ پہلی جلد ہے، جس کے ایک مقام پر انہوں نے بھی ”اسد بن ھاشم، انقرض إلا من ابنتہ فاطمۃ ابنۃ اسد“ لکھا۔(۳۲) اور دوسری جگہ مزید وضاحت کی اور بتایا کہ حضرت ہاشم کی نسل محض ان کے بیٹے حضرت عبد المطلب بن ہاشم سے آگے بڑھی، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ تمام ہاشمی افراد و قبائل انہی سے منسوب و حضرت عبد المطلب کی اولاد و ذریت ہیں۔ متعلقہ عبارت یہ ہے:

”ولم یبق لھاشم عقب إلا من ولدہ عبد المطلب بن ھاشم فقط، والیہ ینتسب الھاشمیون

والمعقبین من اولاد عبد المطلب، بلا خلاف"(۳۳)

اور تیسری کتاب" قریش، انسابھا و امجادھا"جو مصر کے شیخ سید احمد ضیاء بن محمد قللی العنقاوی حسنی (پیدائش ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء) کی تصنیف، جو خاندان قریش کے مشہور مؤرخ وماہر انساب ہیں، انہوں نے اس کتاب میں یہ اطلاع دی"اسد بن ھاشم لا عقب لہ"۔(۳۴)

حضرت غوث بہاء الحق زکریا سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے اتنے قریب العہد ہونے کے باوصف اس کے پانچ صدیوں سے زائد عرصہ بعد "انوارِ غوثیہ"کے مصنف نے حضرت شیخ عین الدین بیجاپوری کا آپ کے نسب بارے قول اور اس پر مؤرخ شہیر محمد قاسم فرشتہ و دیگر مورخین کی توثیق کو ترک کرتے ہوئے یہ لکھ دیا:"شیخ عین الدین بیجاپوری نے اس طرح لکھا ہے کہ"مہیار بن اسود بن عبد المطلب بن اسد بن عبد العزی"، بیجاپوری کا یہ خیال بے جا ہے"۔

یاد رہے درست نام ہبار ہے جو کاتب کی غلطی سے مہیار ہو گیا، اور پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع نے تصحیح کی۔

مؤرخ سندھ میر علی شیر قانع ٹھٹھوی (وفات ۱۲۰۳ھ / ۱۷۸۸ء) نے"تحفۃ الکرام"میں دو قول نقل و بیان کئے۔ ایک میں حضرت بہاء الدین زکریا کا سلسلہ نسب سیدنا ابو بکر صدیق قریشی رضی اللہ عنہ سے متصل ظاہر و درج ہے، اور دوسرے قول کے مطابق قبیلہ قریش کی شاخ"بنو اسد بن عبد العزی"کی نسل میں سے تھے۔(۳۵)

یہ جو"تحفۃ الکرام"میں میر سید علی شیر قانع نے آپ کا نسب نامہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے متصل درج کیا ہے، اس کو کسی اہم مؤرخ و محقق نے قابل توجہ نہیں جانا اور خود میر علی شیر قانع اس قول پر مطمئن اور اس کے مؤید و قائل ہوتے تو اس کے اندراج پر قلم روک دیتے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا اور اس عبارت کے فوراً بعد انہوں نے حضرت بہاء الدین زکریا کے نسب پر مبنی دوسرا قول بیان کیا جس میں اسد بن عبد العزی قریشی پر منتہی ہوتا ہے۔

ادھر سید طاہر محمد نسیانی سبزواری ٹھٹھوی (وفات ۱۰۶۱ھ / ۱۶۵۱ء) نے تو"تاریخ طاہری"میں تفصیل کے ساتھ یہ بتایا ہے کہ شیخ بہاء الدین، سندھی تھے۔ اور سمہ قوم نے پہلے محمد تور کے تباہ ہونے کے بعد سکور (موجودہ سکھر) کے پرگنہ میں جو محمد تور نے آباد کیا تھا، وہ وہیں کے رہنے والے تھے۔ سید طاہر نسیانی کا یہ قول علامہ سید سلیمان ندوی نے عرب و ہند کے تعلقات میں نقل کیا ہے۔(۳۶)

نامور مؤرخ سید ہاشمی فرید آبادی نے تاریخ طاہری کے قلمی نسخہ کے بغور مطالعہ و جائزہ کے بعد اس کے تعارف پر مضمون لکھا، ان کے بقول"تاریخ طاہری کی تکمیل ۱۰۳۰ھ / ۱۲۱۳ء میں ہوئی، جبکہ تاریخ معصومی اس سے بیس، اکیس برس پہلے ۱۰۰۹ھ میں سندھ ہی میں تالیف ہوئی۔ اور ہمارے (تاریخ طاہری کے) مؤلف نے تاریخ معصومی سے بالکل استفادہ نہیں کیا۔ علی ہذا وہ سندھ کی قدیم تاریخ چچ نامے سے، جو معصومی کے مآخذوں میں ہے، واقف نہیں، اور اکبری عہد کی دوسری تاریخوں جن میں سندھ کے حالات مل سکتے تھے، کچھ سروکار نہیں رکھتا۔ اصل یہ ہے کہ مؤلف صرف ملوک ترخان (سندھ کا حکمران خاندان جس نے ۹۶۲ھ / ۱۵۵۵ء تا ۱۰۲۱ھ / ۱۲۱۳ء حکمرانی کی) کی

تاریخ لکھنی چاہتا تھا اور اس کی بنا بھی زیادہ تر ذاتی معلومات یا سنی ہوئی روایات پر رکھی"۔(۳۷)

سید طاہر نسیانی ٹھٹھوی کا حضرت بہاء الدین زکریا کو سندھی الاصل قرار دینا، ان کے اس دعویٰ کی تائید نہ تو کسی خاندانی شجرے اور نہ ہی سندھ کے کسی اہم مؤرخ و محقق کی تحریر سے ہوتی ہے۔ بلکہ سید طاہر کے ہم وطن میر سید علی شیر قانع ٹھٹھوی کی کتاب سے تو واضح طور پر قریشی الاصل ہونا ثابت ہے۔

اگر حضرت غوث بہاء الحق کے اجداد سکھر کے قریب سمہ قوم کے پھر سے آباد کردہ قصبہ محمد تور کے باشندے تھے، جیسا کہ سید طاہر نسیانی نے لکھ دیا، تو سمہ قبیلہ کی تاریخ میں اس کا تسلسل کے ساتھ تذکرہ ہوتا۔ کیوں کہ سمہ ایک غیر معمولی قبیلہ تھا، یہ حضرت غوث کی وفات کے بعد سندھ کا حکمران ہوا، اور ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء تا ۹۲۳ھ / ۱۵۱۹ء حکمرانی کی، ٹھٹھہ ان کا صدر مقام اور سرکاری لقب "جام" تھا۔ اور خاندان کے انیس افراد یکے بعد دیگر حکمران رہے۔(۳۸)

مزید یہ کہ سکھر کے سید نظام الدین محمد معصوم بکھری (وفات ۱۰۱۹ھ / ۱۲۰۶ء) نے "تاریخ سندھ عرف تاریخ معصومی" میں حضرت شیخ محمد یوسف قریشی کے مختصر احوال بیان کئے، جو ۸۴۷ھ / ۱۴۴۳ء میں خانقاہ حضرت بہاء الدین زکریا سہروردی کے سجادہ نشین نیز حاکم علاقہ ملتان تھے۔ ان کے نام کے ساتھ قریشی لکھا۔(۳۹)

سید راجن شاہ گیلانی ملتانی (وفات ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء) نے دلیل المتحیرین میں لکھ دیا کہ "وہ قریشی ہیں نہ ہاشمی"۔(۴۰)

"دلیل المتحیرین"، ملتان میں گیلانی قریشی خانوادوں کی باہم روایتی چپقلش و رقابت اور معاصرانہ چشمک کے ماحول میں لکھی گئی۔ چنانچہ درگاہ غوثیہ کے صاحب سجادہ مخدوم حسن بخش قریشی کی کتاب "انوارِ غوثیہ" ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء میں شائع ہوئی تو اس کی بعض عبارات کے تعاقب میں دلیل المتحیرین ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۵ء سے قبل ملتان سے ہی سامنے آئی۔ اس کے مصنف سید راجن گیلانی، درگاہ حضرت موسیٰ پاک گیلانی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اس دور کے سجادہ نشین حضرت مخدوم محمد صدرالدین شاہ گیلانی (پیدائش ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء) کے چھوٹے بھائی تھے۔ مولانا پیر غلام دستگیر نامی لاہوری نے "تاریخ جلیلہ" میں اس کا حسب ذیل الفاظ میں ذکر کیا ہے:

"خان بہادر مخدوم حسن بخش مرحوم سجادہ نشین قریشیاں ملتان نے ایک کتاب "انوار غوثیہ" تالیف کی، جس میں غوث بہاء الدین کا از اولاد اسد بن ہاشم اور ان کی والدہ کا حضرت عیسیٰ گیلانی کی اولاد اور ان کی بہو بی بی راستی کا دختر بادشاہ فرغانہ ہونا بیان کیا۔ اس کتاب کے جواب میں راجن شاہ صاحب گیلانی ملتانی نے ایک رسالہ "دلیل المتحیرین" لکھا۔(۴۱)

اور دلیل المتحیرین کے تعاقب و تردید میں حضرت غوث بہاء الحق ملتانی کی نسل کے عالم و مرشد مولانا پیر عبدالواحد شاہ عرف پیر دھمن (وفات ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۳ء) مزار بمقام ڈنہ تحصیل راجوری مقبوضہ کشمیر نے "تحقیق النسب"، قلم بند کی جو تاحال شائع نہیں ہو سکی۔ آپ کی اولاد موضع پیر بھچر نزد دینہ ضلع جہلم میں آباد ہے، جہاں آپ کے پوتا پیر جرجیس الحسن شاہ (وفات ۱۴۴۵ھ / ۲۰۲۳ء) کی قائم کردہ

"حمیدیہ اسلامیہ لائبریری"میں حضرت پیر دھمن شاہ کی تحقیق النسب وغیرہ مصنفات کے قلمی نسخے بخط مصنف محفوظ ہیں۔ تحقیق النسب کے آغاز میں آپ نے اس کا سبب تالیف ان الفاظ میں لکھا ہے:"رسالہ مذکورہ (دلیل المتحیرین) گو اس قابل نہیں تھا کہ اس میں نظر تک کی جائے، چہ جائیکہ اس کی تردید کرنے میں تضیع اوقات کی جائے۔ مگر بغرض اظہار حق اس بے ہیچ کو بھی قلم اٹھانا پڑا۔"

صوفیہ اسلام کے سلسلہ سہروردیہ کی برصغیر میں پہچان و سرتاج حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کے نسب کے بارے میں ایک نئی رائے و مؤقف سامنے آیا، اور خاندان میں ایک حلقہ اپنے تئیں "سید" کہلانے لگا۔ نسب سے متعلق مندرجہ بالا اقوال و آراء میں سے درست و محقق وہ ہے جن کے بقول آپ قبیلہ قریش کی شاخ بنو اسد بن عبد العزیٰ کے فرزند جلیل تھے۔ یاد رہے اُم المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا اور عشرہ مبشرہ صحابہ کرام میں سے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نیز حضرت حکیم بن حزام بن خویلد رضی اللہ عنہ کا تعلق اسی معزز شاخ سے ہے۔

اور میں اس تحریر کا خاتمہ حضرت غوث بہاء الحق والدین زکریا سہروردی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی نسل سے مذکورہ بالا جلیل القدر شخصیت حضرت پیر دُھمن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر پر کرتا ہوں، جنہوں نے اپنی اردو تصنیف "تحقیق النسب"میں دو مقامات پر یہ لکھا:

"اگر نسب کوئی فخر ومباحات کی شے ہے، تو اسد بن عبد العزیٰ بن قصی ہونا بھی کوئی کم فخر کی بات نہیں ہے۔"

حوالہ جات

(۱) شیخ کمال الدین ابن الفوطی کے احوال و آثار پر مطبوعہ دو عربی کتب کے نام یہ ہیں: مؤرخ العراق ابن الفُوطی، از محمد رضا الشبیبی، پہلی اشاعت پہلی جلد ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۰ء دوسری جلد ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۸ء مطبوعات المجمع العلمی العراقی بغداد، کل صفحات ۶۲۰۔ اور ابن الفوطی مؤرخا، از ڈاکٹر حمود مضمان عیال سلیمان، اشاعت ۱۴۳۵ھ / ۲۰۱۴ء، وزارت ثقافت عمان اردن صفحات ۲۱۸۔ ہمارے ہاں اردو میں پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال (وفات ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) کا مضمون "علامہ ابن الفوطی"عنوان سے "اورینٹل کالج میگزین"لاہور کے شمارہ مئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۳ تا ۴۱ پر چھپا۔ بعد ازاں علامہ عبد القدوس قاسمی نے مجمع الآداب فی معجم الالقاب کی تلخیص کی پانچویں جلد کا مخطوط مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے عربی متن پر تحقیق انجام دی، اور یہ اسی میگزین کے مئی ۱۹۳۹ء تا نومبر ۱۹۴۷ء کے مختلف شماروں نیز شمارہ اگست ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی۔

(۲) مجمع الآداب فی معجم الالقاب، جلد ۱ صفحہ ۵۲۰، جلد ۳ صفحہ ۳۴۱ / تلخیص مجمع الآداب فی معجم الالقاب،، جلد ۴ حصہ اول صفحہ

۵۸۲، حصہ سوم صفحہ ۵۸۰۔

(۳) سفر نامہ ابن بطوطہ صفحہ ۳۶، ۴۲، ۴۶ تا ۴۸ / تذکرہ شاہ رکن عالم ملتانی سہروردی، صفحہ ۱۷۳، ۱۹۷ تا ۲۰۲۔

(۴) سیر العارفین، صفحہ ۱۴۳۔

(۵) شرح المختصر الاصولی لابن الحاجب، صفحہ ۶۶۰۔

(۶) شرح المختصر الاصولی لابن الحاجب، مقدمہ محقق، صفحہ ۶۱۷ تا ۶۱۸۔

(۷) اخبار الاخیار، فارسی اشاعت، صفحہ ۵۰ نیز اردو اشاعت، صفحہ ۵۹۔

(۸) خبایا الزوایا، صفحہ ۸۰ تا ۸۱۔

(۹) علماء العرب فی شبہ القارۃ الھندیۃ، صفحہ ۲۴، ۳۶۔

(۱۰) روضۃ الأولیائے بیجاپور، صفحہ ۲۸۔

(۱۱) سیر الأولیاء، صفحہ ۲۷۷ تا ۲۷۸۔

(۱۲) تاریخ فرشتہ، جلد ۴، صفحہ ۳۸۷ / تذکرہ مشائخ کرام، صفحہ ۱۳۰ تا ۱۳۱۔

(۱۳) مقالات مولوی محمد شفیع، جلد ۵، صفحہ ۱۸۱، ۱۸۳۔

(۱۴) الفتاوی الصوفیۃ، نسخہ ۹۶۳، ورقہ ۲۶؛ نیز نسخہ ۱۰۰۵، ورقہ ۲۹۔

(۱۵) الفتاوی الصوفیۃ، کتابت ۹۶۳ھ، ورقہ ۳۱؛ نیز کتابت ۱۰۰۵ھ، ورقہ ۳۵۔

(۱۶) الفتاوی الصوفیۃ، نسخہ ۹۶۳ھ، ورقہ ۲۸؛ نیز نسخہ ۱۰۰۵ھ، ورقہ ۳۲۔

(۱۷) حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ ۶ تا ۷۔

(۱۸) مقالات مولوی محمد شفیع، جلد ۵، صفحہ ۱۸۱ تا ۱۹۵۔

(۱۹) عرب وہند کے تعلقات، صفحہ ۱۹۴ تا ۱۹۵۔

(۲۰) تاریخ سندھ، سید ابو ظفر ندوی، جلد اوّل، صفحہ ۳۵۸۔

(۲۱) رجال السند و الھند، صفحہ ۱۲۱ تا ۱۲۲ / سندھ وہند کی قدیم شخصیات، صفحہ ۱۹۳۔

(۲۲) تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، صفحہ ۱۰، ۵۷ تا ۵۹ / ملتان اور مؤرخین، صفحہ ۹۴ تا ۱۰۰۔

(۲۳) تذکرہ اکابر اہلِ سنت پاکستان، صفحہ ۴۷۶۔

(۲۴) جامع الکرامات، مقدمہ مترجم، صفحہ ۱۶ تا ۱۸۔

(۲۵)خلاصۃ العارفین، فارسی اشاعت، صفحہ ۲۲ / اردو اشاعت قدیم، صفحہ ۲، ۴ / اردو اشاعت جدید، صفحہ ۲، ۴۔

(۲۶)انوارِ غوثیہ، پہلی اشاعت، صفحہ ۱۴؛ دوسری جدید اشاعت، صفحہ ۲۴۔

(۲۷)احوال و آثار حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، صفحہ ۱۷۔

(۲۸)تاریخ جلیلہ، صفحہ ۸۶۔

(۲۹)مقالات مولوی محمد شفیع، جلد ۵، صفحہ ۱۳۷ تا ۱۳۸۔

(۳۰)خلاصۃ العارفین، اردو ترجمہ قدیم، صفحہ ۲، ۴ / فارسی متن، صفحہ ۱۲۷ تا ۱۲۸۔

(۳۱)القول الجازم فی نسب بنی ھاشم، صفحہ ۳۲۔

(۳۲)بنو ھاشم، جلد اوّل، صفحہ ۶۔

(۳۳)بنو ھاشم، جلد اوّل، صفحہ ۶، ۲۔

(۳۴)قریش أنسابھا و أمجادھا، صفحہ ۲۰۵۔

(۳۵)تحفۃ الکرام، صفحہ ۳۵۸ تا ۳۵۹؛ نیز دیکھیں تذکرۃ الأنساب، صفحہ ۶۳ تا ۶۵۔

(۳۶)عرب و ہند کے تعلقات، صفحہ ۱۹۵۔

(۳۷)ارمغانِ علمی، سید ہاشمی فرید آبادی کی تحریر "تاریخ طاہری"، صفحہ ۲۴۵ تا ۲۴۶۔

(۳۸)تاریخ سندھ، اعجاز الحق قدوسی، حصہ اوّل، صفحہ ۴۴۰ تا ۴۹۴ / تاریخ سندھ، سید ابو ظفر ندوی، صفحہ ۳۵۸ / سفر نامہ ابنِ بطوطہ، صفحہ ۳۷، ۵۰ تا ۵۳۔

(۳۹)تاریخ معصومی، صفحہ ۱۴۸؛ نیز حاشیہ از محقق، صفحہ ۲۸۷ تا ۲۸۸۔

(۴۰)اس دنوں پرانی کتب فروشوں کے ہاں ۳۹۹ صفحات کی ایک قدیم مطبوعہ کتاب کی فوٹو کاپی دستیاب ہے، جس کا موضوع مختصر سیرت النبی ﷺ، خلفائے اربعہ، ائمہ اہلِ بیت، حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور بعد ازاں ملتان کے گیلانی خاندان کے اکابر کے حالات ہیں۔ اور سجادہ نشین درگاہ ملتان مخدوم سید محمد صدرالدین شاہ گیلانی (پیدائش ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء) کے احوال پر کتاب کا خاتمہ ہے۔ (صفحہ ۳۷۱ تا ۳۹۸)، اور "دلیل المتحیرین" کے مصنف مخدوم سید راجن شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ (پیدائش ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء) انہی کے چھوٹے بھائی تھے، ان کا تعارف بھی اس کتاب میں دیا گیا ہے۔ (صفحہ ۳۶۹ تا ۳۷۰) اس کے صفحہ ۳۹۸ پر کتاب کی تاریخ تالیف جمادی الاوّل ۱۳۳۳ھ / ۲۷ مارچ ۱۹۱۵ء درج ہے۔ جبکہ خاتمہ کتاب میں کاتب کا نام محمد عالم گھوڑیالوی لکھا ہے۔ اس کتاب کا سرورق شامل نہیں اور کسی نے نیا سرورق کتابت کر کے چسپاں کر دیا ہے۔ جس پر کتاب اور مصنف کے نام درج ذیل لکھے گئے ہیں۔

دلیل المتحیّرین حالات و مقامات خاندانِ گیلانی،

تالیف راجن شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ملتان

اس کے برعکس پیش نظر کتاب میں اسی "دلیل المتحیرین" کے اقتباس نقل کئے گئے ہیں اور داخلی شہادت سے بھی عیاں ہے (صفحہ ۳تا۴، ۲۹۰ تا۲۹۱) کہ نہ صرف یہ دلیل المتحیرین کی فوٹو کاپی نہیں بلکہ یہ مخدوم سید راجن شاہ گیلانی ملتانی کی اس موضوع پر کوئی دوسری تصنیف بھی نہیں۔

(۴۱) تاریخ جلیلہ، صفحہ ۸۷۔

کتابیات

عربی کتب

(۱) بنوھاشم، ڈاکٹر حسن الحسینی، تحقیق احمد السعدی و محمد الادریسی، پہلی اشاعت ۱۴۴۰ھ / ۲۰۱۸ء، آرٹ پبلشرز، بیروت۔

(۲) تلخیص مجمع الآداب فی معجم الألقاب، شیخ کمال الدین ابوالفضل عبدالرزاق بن احمد ابن الفوطی، تحقیق ڈاکٹر مصطفیٰ جواد بغدادی، جلد چہارم حصہ اوّل ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۲ء، جلد چہارم حصہ سوم ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۵ء، وزارت ثقافت دمشق۔

(۳) خبایا الزوایا، شیخ حسن بن علی عجیمی، تحقیق ڈاکٹر احمد عبدالرحیم السائح و توفیق علی وہبہ، پہلی اشاعت ۱۴۳۰ھ / ۲۰۰۹ء، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، قاہرہ۔

(۴) رجال السند و الهند إلی القرن السابع، قاضی عبدالحفیظ اطہر مبارکپوری، پہلی اشاعت ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء، دارالأنصار، قاہرہ۔

(۵) شرح المختصر الأصولی لابن الحاجب، شیخ علم الدین سلیمان بن احمد بن بہاء الدین زکریا ملتانی، تحقیق ڈاکٹر جعفر بن عبدالرحمن بن جمیل قصّاص، مجلۃ علوم الشریعۃ والدراسات الإسلامیۃ، جامعۃ أم القری، مکہ مکرمہ، شمارہ نمبر ۷۹ بابت دسمبر ۲۰۱۹ء۔

(۶) علماء العرب فی شبه القارة الهندية، شیخ سید یونس بن ابراہیم السامرائی، پہلی اشاعت ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء، وزارت اوقاف، بغداد۔

(۷) الفتاوی الصوفیۃ فی طریق البہائیۃ، شیخ فضل اللہ محمد بن ایوب ماجو سہروردی؛ مخطوط، مخزونہ مکتبہ سلیمانیہ، استنبول؛ سال کتابت ۹۶۳ھ، دوسرا نسخہ کتابت ۱۰۰۵ھ۔

(۸) قریش، أنسابها و أمجادها، شیخ سید احمد ضیاء بن محمد قللی العنقاوی حسنی؛ پہلی اشاعت ۱۴۴۳ھ / ۲۰۲۲ء، مبرة الآل والأصحاب، کویت۔

(۹) القول الجازم فی نسب بنی هاشم، جمیل بن ابراہیم حبیب؛ اشاعت ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء، مطبع مصطلح آفسیٹ، بغداد۔

(۱۰) مجمع الآداب فی معجم الألقاب، شیخ کمال الدین ابو الفضل عبدالرزاق بن احمد ابن الفوطی؛ تحقیق محمد کاظم؛ پہلی اشاعت ۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۵ء، وزارتِ فرہنگ وارشاد اسلامی، تہران۔

فارسی کتب

(۱۱)احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی و خلاصۃ العارفین، تحقیق و حواشی از ڈاکٹر شمیم محمود زیدی؛ پہلی اشاعت ۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۴ء، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، راولپنڈی۔

(۱۲)اخبار الأخیار فی أسرار الأبرار، شیخ عبد الحق محدّث دہلوی؛ تصحیح و توضیح از ڈاکٹر علیم اشرف خان؛ پہلی اشاعت ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء، انجمن آثار و مفاخرِ فرہنگی، تہران۔

(۱۳)تاریخ سندھ المعروف بہ تاریخ معصومی، سید محمد معصوم بکھری؛ تحقیق و حواشی از ڈاکٹر عمر محمد داؤد پوتہ؛ پہلی اشاعت ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء، بھنڈارکر اورینٹل انسٹیٹیوٹ، پونہ۔

اردو کتب

(۱۴)احوال و آثار حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی؛ اشاعت ۱۴۲۰ھ / ۲۰۰۰ء، تصوف فاؤنڈیشن، لاہور۔

(۱۵)ارمغانِ علمی، مجموعۂ مضامین، مرتبہ ڈاکٹر سید عبد اللہ؛ اشاعت ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۵ء، مجلسِ ارمغانِ علمی، لاہور۔

(۱۶)انوارِ صوفیہ (ترجمہ اخبار الأخیار فی أسرار الأبرار)، شیخ عبد الحق محدّث دہلوی؛ مترجم محمد لطیف ملک؛ دوسری اشاعت ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۲ء، شعاعِ ادب، لاہور۔

(۱۷)انوارِ غوثیہ، مخدوم حسن بخش قریشی ملتانی؛ پہلی اشاعت ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء، مطبع عام اسٹیم پریس، لاہور؛ دوسری جدید اشاعت ۱۴۴۳ھ / ۲۰۲۱ء، ساہیوال پرنٹنگ پریس، پاشا اسٹریٹ، ساہیوال۔

(۱۸)حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، منشی محمد دین فوق (وفات ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۵ء)؛ دوسری اشاعت، مصنف کی حیات میں؛ ماہنامہ صوفی، پنڈی (موجودہ منڈی بہاء الدین، ضلع گجرات)۔

(۱۹)تاریخ جلیلہ، مولانا پیر غلام دستگیر نامی؛ تیسری اشاعت ۱۴۲۹ھ / ۲۰۰۸ء، الخلد، مریدکے، ضلع شیخوپورہ۔

(۲۰)تاریخ سندھ، علامہ سید ابو ظفر ندوی؛ اشاعت ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء، مطبع معارف، اعظم گڑھ۔

(۲۱)تاریخ سندھ، مولانا اعجاز الحق قدوسی؛ مقدمہ مؤلف مؤرخہ ۱۹۸۱ء؛ مرکزی اردو بورڈ، لاہور۔

(۲۲)تاریخ فرشتہ، محمد قاسم فرشتہ؛ فارسی سے ترجمہ از خواجہ عبد الغنی مشفق خواجہ؛ اشاعت ۱۴۲۹ھ / ۲۰۰۸ء، المیزان، اردو بازار، لاہور۔

(۲۳)تحقیقُ النسب، مولانا پیر عبد الواحد عرف پیر دہمن شاہ؛ مخطوط، بخطِ مصنف، غیر مطبوعہ۔

(۲۴)تحفۃ الکرام، میر علی شیر قانع ٹھٹھوی؛ تصحیح و حواشی از مخدوم امیر احمد و ڈاکٹر نبی بخش بلوچ؛ فارسی سے ترجمہ از اختر رضوی؛ تیسری اشاعت ۱۴۲۷ھ / ۲۰۰۶ء۔ سندھی ادبی بورڈ جام شورو۔

(۲۵) تذکرۂ اکابر اہلِ سنت پاکستان، مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری؛ دوسری اشاعت ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۳ء، شبیر برادرز پبلشرز، لاہور۔

(۲۶) تذکرۃ الانساب، مولانا سید امام الدین احمد نقوی گلشن آبادی؛ تسہیل و ترتیب و تقدیم از محمد افروز قادری چریاکوٹی؛ اشاعت ۱۴۳۷ھ / ۲۰۱۶ء، رفاعی مشن، ناسک مہاراشٹر۔

(۲۷) تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، مولانا نور احمد خان فریدی؛ مقدمہ مؤلف ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۴ء؛ قصر الادب، نور محل براستہ شجاع آباد، ضلع ملتان؛ بعد ازاں ترمیم واضافات کے ساتھ علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف، حکومت پنجاب، لاہور کی جانب سے اشاعت ۱۹۸۰ء، ۱۹۸۸ء، ۲۰۰۲ء وغیرہ میں شائع کی۔

(۲۸) تذکرہ حضرت صدر الدین عارف، مولانا نور احمد خان فریدی؛ جلد اوّل مقدمہ مؤلف ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۸ء، قصر الادب، جگو والا، براستہ لودھراں ضلع ملتان؛ جلد دوم پہلی اشاعت ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء، پاکستان زکریا اکیڈمی، رائٹرز کالونی، ملتان۔

(۲۹) تذکرہ شاہ رکن عالم ملتانی سہروردی، مولانا نور احمد خان فریدی؛ مقدمہ مؤلف ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء، قصر الادب، جگو والا، براستہ لودھراں ضلع ملتان۔

(۳۰) تذکرہ مشائخِ سہرورد، مولانا نور احمد خان فریدی؛ قصر الادب، رائٹرز کالونی، ملتان۔

(۳۱) تذکرہ مشائخ کرام، حکیم محمد قاسم فرشتہ کی تاریخ فرشتہ کے آخری باب کا اردو ترجمہ؛ احسن برادرز، لاہور۔

(۳۲) جامع الکرامات، احوال وملفوظاتِ مخدوم عبد الرشید حقانی، شیخ شرف الدین قریشی؛ فارسی متن بمع تحقیق وترجمہ از پروفیسر رانا غلام سرور؛ اشاعت ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۳ء، مجید بک ڈپو، لاہور۔

(۳۳) خلاصۃ العارفین، مصنف ومترجم نامعلوم؛ پہلی اشاعت، اللہ والے کی قومی دکان، کشمیری بازار، لاہور؛ دوسری جدید اشاعت، زاویہ بکس انٹرنیشنل، لاہور ونیو یارک۔

(۳۴) روضۃ الأولیائے بیجاپور، مولانا محمد ابراہیم زبیری بیجاپوری؛ فارسی سے ترجمہ از مولانا سید شاہ سیف اللہ قادری شطاری؛ اشاعت ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء، مطبع صبغۃ اللہی، رائچور۔

(۳۵) سفر نامہ ابن بطوطہ، عجائب الأسفار فی غرائب الدیار، شیخ محمد بن عبد اللہ ابن بطوطہ؛ عربی سے ترجمہ مع حواشی وتعلیقات از مولانا محمد حسین سیالکوٹی؛ اشاعت ۱۴۳۲ھ / ۲۰۱۱ء، تخلیقات، مزنگ روڈ، لاہور۔

(۳۶) سندھ وہند کی قدیم شخصیات، قاضی اطہر مبارکپوری کی رجال السند و الهند إلی القرن السابع کا عربی سے اردو ترجمہ از مولانا عبد الرشید بستوی؛ اشاعت ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء، مکتبہ خدیجہ الکبری، اردو بازار، کراچی۔

(۳۷) سیر الأولیاء، حضرت سید محمد مبارک علوی کرمانی المعروف بہ امیر خورد کرمانی؛ اردو ترجمہ از مولانا اعجاز الحق قدوسی؛ پہلی اشاعت

۱۴۳۱ھ / ۲۰۱۰ء، ناشر خواجہ حسن ثانی نظامی، دہلی۔

(۳۸) سیر العارفین، مولانا حامد بن فضل اللہ جمالی سہروردی؛ فارسی سے ترجمہ از پروفیسر محمد ایوب قادری؛ پہلی اشاعت ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء، مرکزی اردو بورڈ، لاہور۔

(۳۹) عرب و ہند کے تعلقات، علامہ سید سلیمان ندوی؛ اشاعت ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء، مشعل بکس، لاہور۔

(۴۰) حضرت شیخ عین الدین گنج العلوم جنیدی بیجاپوری، چودھری راجہ حسن؛ پہلی اشاعت ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء، رضا آفسیٹ پرنٹرز، بیجاپور، کرناٹک۔

(۴۱) فہارس اورینٹل کالج میگزین ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین ۱۹۲۵ء تا ۱۹۶۷ء، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

(۴۲) مقالات مولوی محمد شفیع، مرتب احمد ربانی، جلد پنجم، پہلی اشاعت ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء مجلس ترقی ادب کلب روڈ لاہور۔

(۴۳) ملتان اور مؤرخین، مولانا نور احمد خان فریدی، پہلی اشاعت، مقدمہ مصنف ۱۴۰۵ / ۱۹۸۵ء میں لکھا گیا، قصر الادب رائٹرز کالونی ملتان۔

اردو رسائل

(۴۴) اورینٹل کالج میگزین، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

قطب الاقطاب حضرت سلطان ایوب قتال رحمۃ اللہ علیہ

مخدوم سلیم اختر ہاشمی
سجادہ نشین دربار عالیہ حضرت مخدوم سلطان ایوب قتال رحمۃ اللہ علیہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مجھ ناچیز کی حقیر سی کوشش اس پیاری اور بلند ہستی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام، جسے ربِّ العزت نے اپنا محبوب بنایا، خود درود و سلام پڑھا، اور ملائکہ، جن و بشر سب کو درود و سلام پڑھنے کا حکم دیا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

اللہ تبارک و تعالیٰ کے نیک بندوں اور اولیاء کی حیاتِ مبارکہ کا مطالعہ نورِ ایمان کی ضیا میں اضافے کا سبب ہے۔ ان کی حیاتِ مبارکہ راہِ حق کے متلاشیوں کو صراطِ مستقیم کا بابرکت، روشن و منور طریق دکھاتی ہے، جس پر گامزن ہو کر منزلِ حقیقی کو پایا جاسکتا ہے۔

ابتدائی حالات و ہجرت

حضرت امیر تاج الدین المطرف نامی ایک بزرگ مکہ معظمہ میں سکونت پذیر تھے۔ جب ملک حماد مزدانی کے عہد میں مکہ معظمہ میں خوارج کا زور ہوا تو امیر حضرت المطرف رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت پر مجبور کیا گیا۔ آپ نے بیعت کی جگہ ہجرت کو فوقیت دی اور خوارزم چلے آئے۔ قلعہ خوارزم کو فتح کیا اور یہاں پر آپ نے دس سال تک حکومت کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ، جو علمِ ظاہری و باطنی میں ممتاز تھے، نے سلطنت سنبھالی اور آپ کا خاندان چالیس سال تک خوارزم کا حکمران رہا۔ اس سلسلے کے آخری حکمران شیخ حضرت حسین رحمۃ اللہ علیہ نے سلطنت ترک کی اور سندھ کے راستے کوٹ کہروڑ تک پہنچے، جہاں راجہ دیپال کی حکومت تھی۔ لڑائی کے بعد قلعہ فتح کیا گیا جہاں حضور شیخ الاسلام نے اپنے ہاتھوں سے موجود بتوں کو توڑا اور اس جگہ پر ایک مسجد تعمیر کرائی۔

وضاحت

کوٹ کہروڑ کا قدیمی نام دیوپال تھا۔ حضرت سلطان حسین رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ ایک کروڑ بار سورۃ المُزَّمِّل کی تلاوت فرمائی، اسی نسبت سے اس جگہ کا نام کروڑ لعل عیسن پڑ گیا جو ضلع لیّہ کی ایک تحصیل ہے۔ ایک لڑائی میں شیخ حسین رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد شیخ جلال الدین

رحمۃ اللہ علیہ تخت نشین ہوئے اور چالیس سال تک حکومت کی۔ بعد ازاں شیخ سلطان علی قاضی رحمۃ اللہ علیہ تخت نشین ہوئے۔

حضرت سلطان علی قاضی رحمۃ اللہ علیہ کا نکاح شیخ محمود داوچی کی دخترِ نیک اختر سے ہوا، جن سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے دو فرزند عطا فرمائے

1. حضرت شیخ احمد غوث رحمۃ اللہ علیہ
2. حضرت شیخ وجیہہ الدین محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ

جب شیخ احمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی عمر پندرہ سال تھی تو آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت سلطان ابو بکر سلطان علی قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری شادی نہ کی اور اپنی زندگی میں ہی حضرت شیخ احمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کو تخت نشین مقرر فرما دیا۔ حضرت شیخ احمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی شادی حضرت شیخ عیسیٰ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی سے ہوئی، جبکہ آپ کی دوسری بیٹی آپ کے بھائی حضرت شیخ وجیہہ الدین محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے عقد میں آئیں۔

حضرت شیخ احمد غوث کی اہلیہ بی بی جنت خاتون رحمۃ اللہ علیہا سے چار بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئے

1. حضرت مخدوم رشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ
2. حضرت عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ
3. حضرت طاہر رحمۃ اللہ علیہ
4. حضرت سادن رحمۃ اللہ علیہ
5. حضرت بی بی بصری رحمۃ اللہ علیہا۔

حضرت شیخ احمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت شیخ عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ، چودہ سال کی عمر میں، سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کی شادی کمال بی بی رحمۃ اللہ علیہا سے ہوئی، جن سے دو بیٹے پیدا ہوئے

1. حضرت شیخ ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ۔
2. حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت شیخ مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری شادی دخترِ رائے الوانہ کھچی سے کی، جن کے بطن سے حضرت شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے جو مادر زاد ولی تھے۔ جب حضرت مخدوم ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو آپ کے صاحبزادے حضرت مخدوم سلطان ایوب قتال رحمۃ اللہ علیہ کی عمر سات سال تھی، جبکہ مخدوم لعل یعقوب ان سے چھوٹے تھے، لہٰذا دستارِ خلافت حضرت سلطان ایوب قتال رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر باندھی گئی۔

ابتدائی تعلیم و تربیت

جب حضرت سلطان ایوب قتال رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ محترم کا وصال ہوا، اس وقت آپ کی عمر صرف سات سال تھی۔ آپ نے اپنے دادا محترم حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ سایہ ابتدائی تعلیم مکمل کی، قرآنِ مجید حفظ کیا اور تمام علوم و فنون میں مہارت حاصل کی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی دادا حضور کی خدمت میں گزری۔ چونکہ آپ کے چچا محترم حضرت صدر الدین قتال رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بہت سے مال مویشی تھے، لہٰذا انہوں نے اپنے والدِ محترم سے گزارش کی کہ حضرت سلطان ایوب قتال رحمۃ اللہ علیہ کو مال مویشی چرانے پر مامور کیا جائے۔ دادا محترم کا حکم پاتے ہی آپ اپنے چچا محترم کے پاس تشریف لے گئے۔

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات

آپ کا روز کا معمول تھا کہ مال مویشی لے کر جنگل میں تشریف لے جاتے۔ چونکہ آپ کے دادا محترم نے آپ کو بڑے ناز و نعم سے پالا تھا، اس لیے دھوپ کی شدت اور پیاس کی وجہ سے بہت تکلیف ہوتی، ایک روز آپ نے اپنے دادا سے اس کا ذکر کیا۔ دادا محترم نے تسلی دی اور فرمایا کہ ایک بزرگ جنگل میں پانی کا بندوبست کر دیں گے۔ دوسرے دن جب آپ جنگل میں مویشی چرانے کے لیے گئے اور پیاس کی شدت ہوئی، تو بحالتِ کمزوری ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ اس اثنا میں ایک نورانی شکل بزرگ تشریف لائے اور مخدوم زادہ کو نیند سے بیدار کر کے پانی کا کٹورا پلایا۔

حجابات کا پردہ چاک ہونا

پانی پینے کے بعد اس بزرگ نے فرمایا کہ اپنے دادا محترم سے حضرت خِضر علیہ السلام کا سلام کہنا۔ جب وہ بزرگ روپوش ہوئے تو مخدوم زادہ کے دل سے سب حجابات دور ہو گئے۔ عرش سے فرش تک سب کچھ صاف نظر آنے لگا۔ حالت متغیر ہو گئی اور اسی عالَم میں مویشیوں کو واپس بستی کی طرف لے آئے۔ اس دوران جو کچھ رازِ پنہانی اور مکاشفاتِ وجدانی معائنہ کرتے، رستے میں اعلانیہ کہتے چلے جاتے۔

حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کشفِ باطن سے حضرت سلطان رحمۃ اللہ علیہ پر کیفیات محسوس کیں تو گھر سے چل کر راستے میں زبان سے چپ رہنے کا فرمایا اور اپنا لعابِ دہن ان کے منہ میں ڈالا، جس سے صاحبزادہ ہوش میں آئے اور بچھڑوں کا سبق سنانے لگے۔

آپ کے چچا محترم حضرت مخدوم محمد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی عجیب طبیعت اور کیفیت دیکھ کر فرمایا "اے سلطان ایوب! سارا دن بچھڑے چراتے پھرتے ہو، کچھ پڑھائی کا دھیان بھی ہے؟"

مخدوم زادے پر استغراق کی کیفیت طاری ہوئی اور فرمایا "چچا محترم! میں پڑھوں یا میرے بچھڑے قرآنِ مجید سنائیں؟" جب آپ کبھی خلوت میں قرآنِ مجید کی تلاوت فرماتے تو فرشتوں کے ساتھ ساتھ دیگر مخلوقات، جن میں چرند، پرند، درند اور جنات بھی شامل ہوتے تھے، آپ کی تلاوت کو سماعت فرماتے۔ یہ بہت تعجب خیز بات تھی اور نو عمر بچے کے منہ سے نکلے یہ الفاظ ایک زبردست روحانی منظر کا پیش خیمہ ثابت ہوئے۔ حضرت مخدوم محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "یہ کیا نادانی ہے، کبھی بچھڑے نے بھی سبق پڑھا؟"

اس پر مخدوم زادے نے اپنے بچھڑے کو حکم دیا "قرآن پڑھ"! بچھڑے نے سورۃ الْحَمْدُ سے قرآنِ مجید کی تلاوت شروع کی۔ ایک عجیب کیفیت پورے ماحول پر طاری تھی۔ خوش الحانی کا یہ عالم تھا کہ شجر بھی جھوم رہے تھے، روانی ایسی کہ فرشتے بھی حیرت زدہ تھے۔

صحتِ قراءت اپنے عروج پر تھی اور مستی کی ایسی کیفیت کہ بے زبان بچھڑا "النَّاس" کی منزل طے کر رہا تھا۔ حضرت مخدوم محمد رحمۃ اللہ علیہ آگے بڑھے، اپنے عظیم بھتیجے کو گلے لگایا۔ دادا محترم حضور حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکاشفات کا یہ عروج دیکھ کر اپنی دستارِ مبارک آپ کے سرِ انور پر رکھ دی اور فرمایا

شریعت کے حجاب آپ

طریقت کے آداب آپ

اے سلطان ایوب قتال

قطب الأقطاب آپ

اس واقعۂ عظیم کے بعد حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صدر الدین قتال رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی اولاد سمیت شاہ صدر پور کی طرف روانہ فرمایا اور خود اپنے پوتوں کو لے کر ماڑی رشید میں قیام فرمایا۔

خدمتِ مخدوم اور فتوحاتِ غیبی

حضرت عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ دن رات عبادت و ریاضت میں اپنے حجرہء مبارک میں مشغول رہتے، اور مخدوم زادہ حضرت سلطان ایوب قتال رحمۃ اللہ علیہ پانی اور دیگر ضروریاتِ زندگی پوری کرنے کے لئے ہر وقت حاضر رہتے۔ اسی حالت میں دو سال گزر گئے۔ دادا کی صحبتِ بابرکت میں آپ نے اس قدر باطنی فتوحات حاصل کیں کہ قُطب المدار (روحانی قطبوں کے مرکز) بن گئے۔

وفاتِ حسرت آیات

ایک روز حضرت سلطان ایوب قتال رحمۃ اللہ علیہ اپنے دادا حضور کی خدمت میں تھے کہ ایک بزرگ تشریف لائے۔ انہوں نے ایک خوبصورت پھول آپ کو دیا اور فرمایا "یہ اپنے دادا محترم کو دے دو۔" آپ نے وہ پھول اپنے دادا محترم کی خدمت میں پیش کیا۔ مخدوم صاحب نے پھول کو دیکھا، دو رکعت نماز ادا کی، پھر سجدے میں سر رکھا اور وہیں حالتِ سجدہ میں اپنے عَالَمِ بقاء کو سدھار گئے۔ آپ اسی حجرہ مبارک کے دروازے پر مدفون ہوئے۔ آپ کی وفات کا سال ٦٦٩ ہجری بتایا جاتا ہے۔

سجادہ نشینی

حضرت عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے قبل حضرت شیخ ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما چکے تھے، چنانچہ حضرت سلطان ایوب قتال رحمۃ اللہ علیہ کی دستار بندی بطورِ سجادہ نشینی کی گئی۔ اس وقت حضرت مخدوم حسن رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے، جنہیں یہ بات پسند نہ آئی، چنانچہ انہوں نے اپنے حامیوں سمیت آپ کو ستانا شروع کر دیا۔

چونکہ آپ کے دادا محترم نے اپنی زندگی میں سید ایوب ماچینی کی دخترِ نیک اختر بی بی فاطمہ سے آپ کا نکاح طے کر دیا تھا، اس لیے

جب حالات ناساز گار ہوئے تو سید ایوب ماچھینی نے فرمایا" آپ یہاں سے تنگ ہیں تو میرے پاس تشریف لے آئیے۔" آپ نے یہ بات اپنے بچوں سے ذکر کی، مگر ان حضرات نے سخت مایوس کیا۔ دل ناخواستہ آپ حضرت ایوب ماچھینی کے پاس تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے دن رات عبادت و ریاضت میں مشغولیت اختیار کرلی۔ آپ کو اس حال میں دیکھ کر حضرت ایوب ماچھینی کے بیٹوں نے کہا

" آپ ہماری بہن کا نکاح ایسے شخص سے کرنا چاہتے ہیں جو سارا دن مراقبہ میں رہتا ہے، کوئی کام کاج نہیں کرتا۔ لہٰذا آپ ہماری بہن کا رشتہ اس سے نہ جوڑیں۔"

اس پر حضرت ایوب ماچھینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا"میں نے حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا وعدہ کیا ہوا ہے، لہٰذا انھوں نے اپنی بیٹی کا رشتہ آپ سے فرمادیا۔" الغرض، اس نکاح کے بعد باپ بیٹوں میں سخت ناچاقی پیدا ہو گئی، اور سید ایوب ماچھینی رحمۃ اللہ علیہ نے وعدے کو پورا کرتے ہوئے اپنی بیٹی کا رشتہ حضرت سلطان ایوب قتال رحمۃ اللہ علیہ سے کر دیا۔ سید ایوب ماچھینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹوں کو علیحدہ زمین و مال کا حصہ دے کر خود داماد کے ساتھ رہنے لگ گئے۔ حضرت ایوب ماچھینی نے حضرت سلطان رحمۃ اللہ علیہ کو تمام زمین کا نگران بنادیا۔

کرامت

آپ سارا سارا دن عبادت اور ریاضت میں مشغول رہتے۔ اس حالت میں فصل پر پرندوں نے سخت حملہ کر دیا، دیگر جنگلی جانور بھی کھیتی کو خراب کرنے لگے، جس پر حضرت ایوب ماچھینی کے بیٹوں نے اپنے باپ سے شکایت کی کہ آپ کا داماد سارا دن مصروف رہتا ہے اور کھیتی کی کوئی پروا نہیں کرتا۔ جب حضرت ماچھینی نے آ کے کھیت دیکھا تو آپ نے حضور والا کو سخت سست کہا۔ حضرت ایوب ماچھینی کہنے لگے کہ تم ہاہا بھی نہیں کہہ سکتے کہ پرندے اڑ جائیں اور کھیتی بچ جائے۔

جس پر آپ نے تین بار یہی الفاظ بآواز بلند کہے جس سے تمام پرندے اڑے اور نیچے گر کر مر گئے، جانور جنگلوں میں روپوش ہو گئے۔ جب دوسری بار آپ نے آواز لگائی تو تمام کھیتی زمین سے اکھڑ کر فضا میں بلند ہوئی۔ جب تیسری بار ایسا کیا تو زمین تھر تھرانے لگی۔ اس عمل کو دیکھ کر حضرت ایوب ماچھینی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے منہ پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ میری کھیتی تو برباد ہو چکی، کیا تم دُنیا کو برباد کرنے پر تلے ہو؟

اس واقعے کے بعد حضرت سلطان ایوب قتال رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ اپنی بیوی کو ساتھ لیا اور فرمایا" چل نیک بخت، اس جگہ پر اللہ کا عذاب آنے والا ہے۔" جب آپ ایک مقررہ فاصلے پر پہنچے تو اس شہر پر پتھروں کی بارش نازل ہوئی۔

کڈن او تیرا

حضرت ایوب ماچھینی رحمۃ اللہ علیہ گھر سے چل کر آپ کو کڈن او تیرا تشریف لائے اور یہاں ایک مرید کمہار کے گھر کو شرفِ قیام بخشا۔ کمہار نے آدھا گھر خالی کر دیا۔ شیخ حضرت صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ایک گائے اور کچھ سامان تحفے میں دیا۔ ایک وقت کا دودھ کمہار پیتا اور دوسرے وقت کا آپ خود استعمال کرتے۔ دریں حالات ایک تالاب کے کنارے مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔

ایک دن نوجوان اُترا کمہار گھر آیا، چند ناشائستہ الفاظ کہے، جس پر آپ نے فیصلہ کیا کہ تالاب کے پاس ہی اپنے اور کمہار کے قبیلے کا گھر بنایا جائے۔ تالاب کی زمین اترا قبیلے کی تھی۔ وہ سب اکٹھے ہو کر آئے اور کہا کہ اے حضرت! اگر یہاں رہنا چاہتے ہو تو اس کی قیمت ادا کرو۔ جس پر آپ نے فرمایا "میرے مصلے کے نیچے تمہاری مطلوبہ قیمت پڑی ہے، تم کتنا لینا چاہو گے؟" انہوں نے ایک ہزار دینار کا مطالبہ کیا۔ آپ نے فرمایا "میرے مصلے کے نیچے سے اٹھالو۔" جب انہوں نے مصلا اٹھایا تو اس کے نیچے سونا، چاندی اور بہت سا پیسہ پڑا تھا۔ انہوں نے سارے کا سارا اٹھالیا۔ جب یہ لوگ گھر پہنچے اور خزانے کو کھولنے لگے تو کیا دیکھا کہ ایک ہزار دینار علیحدہ سے پڑے ہیں اور باقی تمام خزانہ سانپ اور بچھو کی صورت اختیار کر چکا ہے۔

گائے کی چوری

زمین داروں کو خزانے کے سانپ اور بچھو بننے کا غصہ تھا اس لیے انہوں نے فیصلہ کیا کہ آپ کی ایک گائے ہے جسے چوری کر لیا جائے اور کھالیا جائے۔ جب آپ شام کو گھر لوٹے تو کمہار نے کہا کہ آپ کی گائے کو زمین داروں نے چرا لیا ہے۔ آپ زمین داروں کے پاس پہنچے ان سے گائے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے پہلے پہل تو انکار کر دیا۔ آپ نے کہا میں اپنی گائے کو آواز دینے لگا ہوں آپ کی گائے کا نام بھاگ تھا جیسے ہی آپ نے آواز دی تو گائے کا گوشت جن کے شکم میں تھا اور جو گوشت چولہوں پہ چڑھا تھا، وہاں سے یہ گائے حیات پا کر بھاگی اور جواب دینا شروع کر دیا۔ جس سے زمیندار ڈر گئے اور آپ سے معافی کے خواستگار ہوئے۔ اس گستاخی کے سبب اس گاؤں میں پتھروں کی بارش ہونا شروع ہوگئی۔ آپ نے تالاب کے کنارے گھر بنایا اور اس نئی بستی کا نام خضر پور رکھا جسے آج کل مائی منور کا ڈیا کہتے ہیں۔

عجب محبت

آپ کو اپنے چچا محترم حضرت صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے قلبی محبت تھی آپ ان کے پاس جاتے قلبی و علمی تسکین حاصل کرتے۔ حضرت سلطان ایوب قتال رحمۃ اللہ علیہ کے گھر صاحبزادہ محمد یوسف پیدا ہوئے یہ سن کر حضرت صدر الدین قتال رحمۃ اللہ علیہ آپ کے گھر تشریف لائے اور موضع خضر پور کے متعلق جو زمین حضرت کی ملکیت تھی حضور کے حوالے کر دی۔ مخدوم محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے یکے بعد دیگرے چار فرزند پیدا ہوئے۔

۱. حضرت مخدوم عالم رحمۃ اللہ علیہ

۲ حضرت مخدوم رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ

۳ حضرت مخدوم ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ

۴ حضرت مخدوم بایزید رحمۃ اللہ علیہ

کرامت مخدوم بایزید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مخدوم بایزید رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوتے ہی بولنے لگے اور کہا کہ اس جہاں فانی میں میرا گزارا نہیں لہذا میٹھا دلیہ (بہت) پکایا جائے اور خاندان قریش میں تقسیم کیا جائے اس کا ثواب میری روح کو بخشا جائے جو عورت صاحب نسبت ہو وہ اس سے تصرف کرے، غیر جنس کو کھانا منع ہے، اگر غیر جنس کھائے گی تو ان کی اولاد گونگی بہری ہو گی۔ یہ کہہ کر آپ راہِ عدم کو چلے گئے آج تک سن ۷۰۰ ہجری سے یہ رسم اس خاندان میں چلی آرہی ہے جس کی تقسیم اسی مقام پر ہوتی ہے۔

نوراتہ

آپ کی تعلیمات کے تحت اگر کوئی شخص سخت بیماری مصیبت یا پریشانی میں گرفتار ہوتا ہے اور اپنی بلندی درجات چاہتا ہے تو وہ نورات تک آپ کے مزار مقدسہ پر پہنچ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت وریاضت کرتا ہے اور اپنی مراد پاتا ہے اور یہ رسم عرس کے موقع پر منائی جاتی ہے۔

زمین پر سونا

عرس کے موقع پر عجز وانکساری کے پیش نظر تمام خاندان اور مریدین زمین پر سوتے ہیں کوئی شخص خواہ کسی بھی رتبے کا مالک ہو، اسے اجازت نہیں کہ وہ چارپائی استعمال کرے، چونکہ اولیاء کرام ہمیشہ اپنے نفس کو مٹا کر فنافی اللہ رہے۔

کرامت علم وعرفان

ایک بار کا ذکر ہے کہ مخدوم صدر الدین قتال رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خط لکھا آپ نے یہ خط اپنے بیٹوں کو دیا اور کہا پڑھو تو بیٹوں نے جواب دیا ہم پڑھنا نہیں جانتے جس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ خط مخدوم عالم رحمۃ اللہ علیہ پڑھے گا تو مخدوم عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جب خط دیکھا اور پڑھنا شروع کیا تو ان پر تمام راز افشاں ہو گئے۔

فائدہ

گویا اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخدوم حضرت سلطان ایوب قتال رحمۃ اللہ علیہ کی توجہیات کاملہ کو شرف بخش کر ہمیشہ کے لیے علمِ لدنی کھول دیا۔

عجب محبت کی غضب داستان

آپ اپنے چچا سے شدید محبت کرتے تھے ایک دن فرمانے لگے، دُنیا فانی ہے ہم نے جانا ہے اے چچا! جب آپ کے جانے کا وقت ہو تو میں آپ کے ساتھ ہی راہی عدم ہو جاؤں گا۔ ایک صبح نماز فجر کے وقت حضرت مخدوم صدر الدین قتال رحمۃ اللہ علیہ اس دار فانی کو چھوڑ کر عدم سدھار گئے۔ تو تین پہر کے بعد حضرت سلطان ایوب قتال رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے پیچھے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان دونوں بزرگانِ عالی شان کا سن وفات ۷۶۶ ہجری ہے۔

عرس مبارک

آپ کا عرس مبارک ماہ چیت / مارچ کے آخری ہفتے میں منعقد ہوتا ہے، جس میں خاندان کے ہمراہ مریدین بکثرت شریک ہوتے ہیں اور ان کی تعداد لگ بھگ ایک لاکھ سے اوپر ہوتی ہے جو مکمل ایک ماہ رہتا ہے جس کی ترتیب وتفصیل کچھ اس طرح ہے

پہلا ہفتہ چونکہ آپ کا عرس مبارک جنگل میں منگل ہوتا ہے پہلے ہفتے میں جھاڑو یا بوہاری کی تقریب کی جاتی ہے۔

دوسرا ہفتہ نورالہ کا ہوتا ہے مریدین اور خاندان کے افراد اکٹھے ہو کر نورات تک اللہ کی عبادت اور ریاضت کے لیے وقف کرتے ہیں۔

تیسرا ہفتہ میں عرس کی تقریبات منعقد ہوتی ہیں۔

چوتھا ہفتہ کو عرف عام میں رتہ میلا کہتے ہیں یہ صرف مستورات کے لیے ہوتا ہے مردوں کو اس میں شریک ہونے کی اجازت نہیں۔

حضرت مخدوم رشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب صدری روایات نفسیاتی و سماجی مطالعہ

ڈاکٹر عصمت اللہ شاہ

بر صغیر کی صوفیانہ تاریخ میں حضرت مخدوم رشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسی روحانی شخصیت کے طور پر ابھرتے ہیں جن کے روحانی فیض اور ان سے وابستہ روایات نے صدیوں تک عوامی ذہن اور معاشرتی ساخت پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ ان کے روحانی فیوض برکات اب تک جاری و ساری ہیں۔ اُن سے منسوب کرامات اور روایات نہ صرف انفرادی عقیدت کا ذریعہ ہیں بلکہ انہوں نے قبائل، خاندانوں اور وسیب کے سماجی ڈھانچے کو بھی متاثر کیا۔ اس مضمون میں ہم ان سے منسوب سینہ باسینہ منتقل ہونے والی صدری روایات کا نفسیاتی اور سماجی تجزیہ کریں گے۔

نبی کریم کی عطا کردہ پڑیاں اور چشمے کی کرامت

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت مخدوم رشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کی بائیں پسلی میں درد رہتا تھا جس سے وہ اکثر پریشان رہتے تھے۔ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خواب میں تشریف لائے اور انہیں تین پڑیاں عطا فرمائیں۔ انہوں نے ایک پڑی استعمال کی جس سے ان کی پسلی کا درد ہمیشہ کے لیے جاتا رہا۔ باقی دو پڑیاں انہوں نے مخدوم رشید کے قصبے میں موجود ایک کڑوے پانی کے کنویں میں ڈال دیں۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کی برکت سے وہ کنواں میٹھا ہو گیا۔ روایت کے مطابق مخدوم رشید حقانی کے وصال کے بعد ان کے عرس کے مہینے، یعنی یکم ہاڑ سے آخر ہاڑ تک، اس کنویں کا پانی صاف، میٹھا اور بے رنگ رہتا ہے۔ اس عرصے میں اس پانی کو جس نیت سے استعمال کیا جائے، خواہ جسمانی بیماری ہو، بے اولادی ہو یا دُنیاوی مسئلہ، وہ مراد پوری ہو جاتی ہے۔ عرس کے بعد اس پانی کا ذائقہ بدلنا شروع ہو جاتا ہے، رنگت خراب ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ اس میں کیڑے پڑ جاتے ہیں۔(۱)

نفسیاتی مطالعہ

- یہ روایت انسانی ذہن میں شفا اور امید کے تصور کو جلا دیتی ہے۔ درد اور بیماری انسان کو مایوس کرتی ہے، لیکن روحانی تجربہ اسے حوصلہ اور اعتماد عطا کرتا ہے۔
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت حضرت مخدوم رشید حقانی کے لیے نفسیاتی سکون اور درد سے نجات کا سبب بنی۔

- کنویں کے پانی کے میٹھا ہونے کا تصور دراصل انسان کے شعور میں کرامت اور برکت کے یقین کو مضبوط کرتا ہے۔
- مریض یا حاجت منداس پانی کو پیتے وقت اپنے دل میں جس نیت کا یقین رکھتے ہیں، وہ نفسیاتی طور پر ان کے اندر اعتماد، مثبت سوچ اور اطمینان قلب پیدا کرتا ہے، جو بذات خود بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت کو بڑھا دیتا ہے۔

سماجی مطالعہ

- یہ روایت کنویں کو محض پانی کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک روحانی مرکز بناتی ہے جہاں لوگ اپنی حاجات لے کر آتے ہیں۔
- اس طرح کے مقامات معاشرے میں اجتماعی عقیدت اور سماجی یکجہتی کا باعث بنتے ہیں، کیونکہ لوگ ایک ہی جگہ پر جمع ہو کر اپنی مشکلات کے حل کے لیے دعا کرتے ہیں۔
- عرس کے مہینے کے ساتھ پانی کی مٹھاس اور شفایابی کو جوڑنا مقامی ثقافت اور دیسی کیلنڈر کے درمیان ایک روحانی ربطہ پیدا کرتا ہے۔
- پانی جیسے قدرتی عنصر کو برکت کا وسیلہ ماننا معاشرتی ڈھانچے میں قدرت اور روحانیت کے ملاپ کو ظاہر کرتا ہے، جس سے لوگوں کے اندر خدمت خلق اور اللہ پر توکل کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔

خلاصہ

یہ روایت حضرت مخدوم رشید حقانی کی کرامت اور نبی کریم ﷺ کی عطا کی برکت کا بیان ہے۔ نفسیاتی طور پر یہ انسان کے اندر بیماری اور مشکلات کے باوجود امید اور یقین کو زندہ کرتی ہے، جبکہ سماجی طور پر یہ روایت کنویں کو ایک اجتماعی عقیدت گاہ بنا کر لوگوں کو باہم جوڑتی ہے۔ اس طرح یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ روحانی تجربات نہ صرف انفرادی شفا بلکہ اجتماعی اتحاد اور ایمان کے استحکام کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔

چشمہ اور ناصر الدین محمود

بیان کیا جاتا ہے کہ سلطان دہلی ناصر الدین محمود، جو حضرت مخدوم رشید کے سسر تھے، اپنے علاج کے لیے یہاں آئے۔ انہوں نے مخدوم رشید میں موجود چشمے کا پانی دہلی لے جا کر ایک باؤلی میں ڈلوایا۔ یہ پانی آج تک جلدی امراض کے علاج کے لیے موثر سمجھا جاتا ہے۔(۲)

نفسیاتی مطالعہ

- **یقین اور اعتماد** چشمے کے پانی کو شفا بخش سمجھنے سے مریض کے اندر امید اور اعتماد پیدا ہوا۔ نفسیات بتاتی ہے کہ جب انسان علاج پر ایمان رکھتا ہے تو اس کا اثر اس کی ذہنی کیفیت پر ہوتا ہے اور جہانی صحت میں بھی بہتری آتی ہے۔ سرائیکی زبان میں ایک مشہور کہاوت ہے کہ پیر وڈا کہ یقین۔
- **روحانی شخصیت پر اعتماد** حضرت مخدوم رشید جیسے بزرگ سے منسوب پانی پینے سے مریض کے دل کو اطمینان ملا۔ انسان جب کسی ماورائی یا مقدس ہستی کو اپنے علاج یا دعا کے ساتھ منسلک دیکھتا ہے تو اس کے اندر سکون، خوف میں کمی اور اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے۔

- **یادداشت اور وراثتی اثر** یہ روایت نسلوں تک منتقل ہوئی۔ فردی سطح پر یہ یادداشت انسان کے لاشعور میں تقدس، تحفظ اور نفسیاتی سکون کی صورت میں اثر انداز ہوتی ہے۔

سماجی مطالعہ

- **ثقافتی ورثہ اور مقدس مقامات** پینے کا پانی محض ایک قدرتی وسیلہ نہیں رہا بلکہ اسے روحانی مرکزیت حاصل ہوگئی۔ اس نے علاقے کو ایک مقدس مقام میں بدل دیا جس سے لوگوں میں اجتماعیت اور سماجی رابطہ مضبوط ہوا۔
- **صوفیاء کی سماجی حیثیت** روایت ظاہر کرتی ہے کہ صوفی بزرگ صرف مذہبی رہنما نہیں تھے بلکہ معاشرتی اور طبی سہارا بھی سمجھے جاتے تھے۔ اس طرح مخدوم رشید حقانی کی شخصیت نے لوگوں کو اخلاقی، روحانی اور جسمانی سطح پر سہارا دیا۔
- **اجتماعی شناخت اور فخر** دہلی میں باؤلی کو چشمے کے پانی سے جوڑنا ایک سماجی علامت ہے۔ یہ روایت علاقے کے لوگوں کو ایک اجتماعی فخر اور تاریخی شناخت دیتی ہے کہ ان کے ہاں سے نکلنے والی چیز آج تک دوسروں کے لیے باعث شفا ہے۔
- **سماجی یکجہتی** اس روایت نے نہ صرف لوگوں کے عقیدے کو مضبوط کیا بلکہ زائرین اور مریضوں کو ایک جگہ لاکر سماجی تعلقات کو پروان چڑھایا۔ یوں یہ روایت اجتماعی یادداشت کا حصہ بن گئی۔

خلاصہ

یہ روایت در اصل ایمان، امید اور تقدس کے امتزاج کو ظاہر کرتی ہے۔ نفسیاتی سطح پر یہ علاج کے اعتماد اور تسلی کا ذریعہ ہے، جبکہ سماجی سطح پر یہ روایت ایک مقدس مرکز اور اجتماعی شناخت پیدا کرتی ہے جو نسلوں تک سماج کو جوڑے رکھتی ہے۔

دہلی کی ملکہ اور دہکتے انگارے

بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت مخدوم رشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ بارات لے کر ناصر الدین محمود والئی ہند کے گھر پہنچے تو والی ہند کی اہلیہ نے جب دیکھا کہ حضرت ضعیف العمر ہیں جبکہ ان کی بیٹی جوان ہے تو وہ پریشان ہوئیں۔ انہوں نے سوچا کہ بادشاہ سلامت کا یہ فیصلہ درست نہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک تدبیر اختیار کی اور ملازموں کو دہکتے ہوئے انگارے تیار کر کے لانے کا حکم دیا۔ پھر باراتیوں کے سامنے کہا کہ ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ ہم دولہا پر ہیرے جواہرات نچھاور کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ملازموں نے ملکہ کا اشارہ پاکر دہکتے ہوئے انگارے حضرت مخدوم رشید حقانی پر انڈیل دیے۔ اللہ کی قدرت سے وہ دہکتے انگارے ہیرے جواہرات میں بدل گئے۔ یہ منظر دیکھ کر ملکہ بے حد متاثر ہوئی اور اپنی بیٹی کی شادی حضرت مخدوم رشید حقانی سے کرنے پر راضی ہوگئی۔ (۳)

نفسیاتی مطالعہ

- یہ واقعہ حضرت مخدوم رشید حقانی کے اندر موجود روحانی اعتماد اور سکون قلب کو ظاہر کرتا ہے۔ دہکتے ہوئے انگارے دیکھ کر خاموشی

اختیار کرنا ان کی شخصیت میں اعلیٰ درجے کے توکل اور نفسیاتی استقامت کی دلیل ہے۔

- ملکہ کا رویہ ایک ماں کے فطری خدشات کو ظاہر کرتا ہے کہ جوان بیٹی کے لیے ضعیف العمر داماد کیسا ہو گا۔ لیکن جب انہوں نے انگاروں کے ہیرے جواہرات میں بدلنے کا منظر دیکھا تو ان کے اندر کا شک ختم ہوا، اور وہ حضرت حقانی کے روحانی مقام کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئیں۔
- یہ نفسیاتی تبدیلی دراصل شک سے یقین اور اندیشے سے اعتماد کی طرف کا سفر ہے۔

سماجی مطالعہ

- اس روایت میں اس وقت کے شاہی ماحول اور رواجی تصورات کی جھلک ملتی ہے جہاں شادی کو زیادہ تر سماجی اور خاندانی حیثیت سے جوڑا جاتا تھا۔
- حضرت مخدوم رشید حقانی کا یہ واقعہ عوام و خواص میں ان کے روحانی اثر و رسوخ اور سماجی قبولیت کو بڑھانے کا سبب بنا۔
- اس واقعہ نے یہ پیغام دیا کہ حقیقی عزت و عظمت مادی طاقت یا جوانی میں نہیں بلکہ روحانی بلندی میں ہے۔
- ملکہ کا متاثر ہونا اور شادی پر راضی ہونا دراصل اس بات کی علامت ہے کہ روحانی کرامتیں اس وقت کے سماج میں لوگوں کے فیصلوں کو بدلنے اور اعتماد قائم کرنے کا ذریعہ بنتی تھیں۔

خلاصہ

یہ روایت حضرت مخدوم رشید حقانی کے روحانی کمالات، توکل اور استقامت کی جھلک ہے۔ دہکتے انگاروں کا ہیرے جواہرات میں بدل جانا نہ صرف ان کے بلند روحانی مقام کو ظاہر کرتا ہے بلکہ اس نے مخالف دلوں کو بھی مسخر کر لیا۔ نفسیاتی طور پر یہ شک اور خدشے کو اعتماد میں بدلنے کا عمل ہے، جبکہ سماجی طور پر یہ واقعہ حضرت حقانی کی شخصیت کو دربار اور معاشرے دونوں میں تسلیم شدہ اور محترم بنانے کا سبب بنا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقی وقار اور اثر و رسوخ دولت یا طاقت میں نہیں بلکہ روحانی عظمت میں ہے۔

جہیز کی تقسیم اور گدڑی کا کرامت

جب حضرت مخدوم رشید حقانی دہلی سے اپنی زوجہ معظم خاتون کے ہمراہ ملتان واپس آرہے تھے تو جہیز میں ملنے والے تمام جواہرات اور اشرفیاں راستے میں ضرورت مندوں میں تقسیم کرتے گئے۔ یہاں تک کہ مخدوم رشید پہنچنے تک سارا جہیز ختم ہو گیا۔ اس پر ان کی زوجہ محترمہ دل گرفتہ ہوئیں۔ حضرت نے جب ان کی رنجیدگی دیکھی تو اپنی گدڑی (کپڑے کی بوری) کا کونہ اوپر اٹھا کر کہا اگر آپ جہیز میں ملنے والے ہیرے جواہرات کے ختم ہونے پر رنجیدہ ہیں تو یہ لیں۔ نئی نویلی دلہن گدڑی کے نیچے ہیرے جواہرات اور اشرفیوں سے بھری، بہتی نہر دیکھ کر مطمئن ہو گئیں اور عرض کیا کہ مجھے بس صرف آپ کا ساتھ ہی عزیز ہے۔ (۳)

نفسیاتی مطالعہ

- اس روایت سے حضرت مخدوم رشید حقانی کی شخصیت میں سخاوت، ایثار اور روحانی اعتماد نمایاں ہوتا ہے۔
- وہ مادی دولت کو وقتی اور فانی سمجھتے تھے اور خدمت خلق اور روحانی یقین کو ہی حقیقی اطمینان کا ذریعہ گردانتے تھے۔
- زوجہ معظم خاتون کا ردعمل ایک عورت کے فطری جذبات کی عکاسی کرتا ہے، لیکن ساتھ ہی ان کا دلی اطمینان پانا حضرت حقانی کی شخصیت پر کامل اعتماد کو ظاہر کرتا ہے۔
- یہ واقعہ نفسیاتی طور پر یہ بتاتا ہے کہ روحانی شخصیات میں ایک خاص اطمینان قلب اور غیر معمولی خود اعتمادی موجود ہوتی ہے، جو دوسروں کے دلوں کو بھی مطمئن کروتی ہے۔

سماجی مطالعہ

- یہ روایت اُس زمانے کے سماجی ماحول میں سخاوت اور ترک دنیا کے رجحان کو اجاگر کرتی ہے۔
- جہیز کو اکثر ذاتی اور خاندانی وقار کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے، لیکن حضرت حقانی نے اسے غربا و مساکین میں بانٹ کر ایک نئی سماجی سوچ پیش کی کہ اصل وقار دولت نہیں بلکہ خدمت اور سخاوت ہے۔
- زوجہ کا ردعمل یہ ظاہر کرتا ہے کہ خواتین بھی اس وقت کے روحانی نظام میں شامل تھیں اور انہوں نے اپنے جذبات کو روحانی حقیقت کے تابع بنا کر معاشرتی توازن قائم رکھا۔
- یہ عمل عوام میں اعتماد، عقیدت اور سخاوت کی روایت کو پروان چڑھانے کا ذریعہ بنا۔

خلاصہ

یہ روایت حضرت مخدوم رشید حقانی کی سخاوت، توکل اور روحانی بصیرت کی روشن مثال ہے۔ انہوں نے جہیز کی مادی اشیاء کو عوام میں تقسیم کر کے خدمت خلق کو ترجیح دی۔ نفسیاتی طور پر یہ عمل ان کے بلند حوصلے اور کامل اعتماد کو ظاہر کرتا ہے، جبکہ سماجی طور پر یہ عمل معاشرے میں سخاوت اور مساوات کے رجحان کو فروغ دیتا ہے۔ زوجہ معظم خاتون کا اطمینان بخش جواب اس بات کی علامت ہے کہ حقیقی سکون مادی دولت میں نہیں بلکہ روحانی رفاقت اور باہمی اعتماد میں ہے۔

چور کے اندھے ہونے کی روایت

حضرت مخدوم رشید حقانی سے منسوب قصبہ مخدوم رشید کے دونوں اطراف نہریں بہتی ہیں۔ روایت ہے کہ اگر کوئی شخص قصبے میں بُرائی کی نیت سے داخل ہوتا تو وہ فوراً اندھا ہو جاتا، اور جب تک قصبہ کی حدود سے باہر نہ نکلتا، اندھا ہی رہتا۔ باہر نکلتے ہی اس کی بینائی واپس آجاتی۔ بالکل یہی روایت ان کے پوتے مخدوم عالی سلطان سے بھی منسوب ہے۔(۵)

نفسیاتی مطالعہ

- **خوف اور اخلاقی کنٹرول** یہ روایت فرد کے لاشعور میں ایک نفسیاتی رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔ چوری کی نیت رکھنے والا شخص اندھے ہونے کے خوف سے اپنے عمل سے باز آجاتا۔ اس طرح خوف ایک اخلاقی کنٹرول (Moral Check) کے طور پر کام کرتا تھا۔
- **جرم کے بعد ضمیر کی آواز** انسان جب برائی کرنے جاتا ہے تو اکثر اس کا ضمیر مداخلت کرتا ہے۔ اس روایت کو ضمیر کی اس آواز کی علامتی صورت کہا جاسکتا ہے یعنی اندھا پن اس باطنی اندھے پن کی علامت ہے جو چور اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔
- **نفسیاتی تفہیم** لوگوں نے برائی کے نتیجے کو ایک جسمانی کیفیت (اندھے پن) کی صورت میں بیان کیا تاکہ اخلاقی سبق زیادہ موثر اور یادگار ہو۔

سماجی مطالعہ

- **جرائم کی روک تھام** یہ روایت قصبے کے باسیوں کے لیے ایک اجتماعی ضابطہ اخلاق تھی۔ سماج میں چوری نہ کرنے کی اجتماعی یقین دہانی اور تحفظ کا احساس پیدا ہوا۔
- **قصبے کی تقدیس** قصبہ مخدوم رشید ولی کامل مخدوم رشید حقانی کی نسبت سے اب محض رہائشی جگہ نہیں رہا بلکہ ایک مقدس خطہ بن گیا۔ اس تقدیس نے نہ صرف وہاں کے لوگوں کو سماجی رتبہ دیا بلکہ باہر کے افراد میں بھی احترام پیدا کیا۔
- **اجتماعی یادداشت اور شناخت** یہ روایت نسل در نسل چلتی رہی اور قصبے کے لوگوں کے لیے فخر اور امتیاز کا باعث بنی۔ اس طرح یہ قصبہ اپنی مخصوص روحانی شناخت کے ساتھ پورے علاقے میں ممتاز ہو گیا۔
- **اجتماعی یکجہتی** جب لوگ کسی جگہ کو مقدس اور محفوظ سمجھتے ہیں تو ان میں اعتماد اور بھائی چارہ بڑھتا ہے۔ یہ روایت قصبے کے لوگوں کے لیے ایک سماجی سرمایہ تھی۔

خلاصہ

یہ روایت دراصل برائی کے خلاف نفسیاتی رکاوٹ اور سماج میں اخلاقی نظم قائم رکھنے کی حکمت عملی تھی۔ اندھے پن کی کرامت نے قصبے کو تقدس دیا۔ لوگوں کو سماجی شناخت بخشی اور جرائم کی روک تھام کے لیے ایک علامتی مگر موثر سماجی ہتھیار کے طور پر کام کیا۔

یکساں عدل وانصاف

ایک روایت کے مطابق حضرت مخدوم رشید حقانی انصاف کے معاملے میں اپنی اولاد کے ساتھ بھی اتنے ہی سخت تھے جتنا دوسروں کے ساتھ۔ اگر کوئی ان کی اولاد سے زیادتی کرتا تو سزا پاتا، اور اگر ان کی اولاد کسی پر ظلم کرتی تو وہ بھی سخت سزا کے مستحق ہوتے اور یہ عمل آج بھی کسی حد تک جاری وساری ہے۔ (۶)

نفسیاتی مطالعہ

- حضرت مخدوم رشید حقانی کی شخصیت میں عدل اور اُصول پسندی نمایاں نظر آتی ہے۔
- وہ اولاد کو بھی قانون و انصاف کے دائرے میں رکھتے تھے، جس سے آنے والی نسلوں کی کردار سازی میں مدد ملتی ہے اور ان میں ذمہ داری کا شعور مضبوط ہوتا ہے۔
- اس رویے سے ان کی ذات میں اخلاقی ہم آہنگی، اعلیٰ خود اعتمادی اور انصاف پر غیر متزلزل یقین ظاہر ہوتا ہے۔
- یہ عمل اولاد کے لیے بھی ایک تنبیہ ہے کہ سزا و جزا میں کوئی امتیاز نہیں۔

سماجی مطالعہ

- اس روایت نے معاشرہ میں عدل و مساوات کے اصول کو تقویت دی۔
- عام طور پر بزرگ شخصیات کی اولاد کو رعایت ملتی تھی، مگر حضرت حقانی نے اس روایت کو توڑ کر سب کو قانون کے برابر رکھا۔
- اس رویے نے خاندان کو اخلاقی وقار اور عوام میں اعتماد و احترام عطا کیا۔
- ان کا یہ طرز عمل معاشرے میں انصاف پر مبنی سماجی ڈھانچے اور احتسابی کلچر کو فروغ دینے کا باعث بنا۔

خلاصہ

حضرت مخدوم رشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت ان کے عدل پسند مزاج، انصاف پر غیر متزلزل یقین اور سماجی مساوات کے فروغ کی روشن مثال ہے۔ وہ اپنی اولاد کو بھی انصاف کے دائرے میں رکھتے تھے، جس سے ان کی شخصیت میں داخلی ہم آہنگی اور معاشرے میں مساواتی اقدار پروان چڑھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعلیمات صرف خانقاہ تک محدود نہ تھیں بلکہ پورے معاشرتی نظام کے لیے رہنما اُصول فراہم کرتی تھیں۔

نہر گیارہ کسی اور لال بہادر دریشک

بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت مخدوم رشید حقانی کے قصبے کے قریب گیارہ کسی نہر کی کھدائی ہو رہی تھی تو انجینئر جب دُوربین کے ذریعے زمین کا تعین کرتے تو انہیں مخدوم رشید کے قصبے میں واضح طور پر مزار دکھائی دیتا، لیکن جب قریب پہنچے تو جال کے درختوں کے جھنڈ میں صرف ایک کچی قبر نظر آتی۔ بار بار میں کیفیت ظاہر ہوئی تو یہ بات اس وقت کے تحصیل دار لال بہادر دریشک کو بتائی گئی۔ اس نے بھی اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا تو بے حد متاثر ہوا۔ نتیجتاً اس نے حضرت مخدوم رشید حقانی کے خانوادے کو ترغیب دی کہ مزار اور اس کے ساتھ مسجد تعمیر کی جائے۔ چنانچہ لال بہادر دریشک کی ترغیب اور عقیدت سے یہ تعمیر عمل میں آئی اور بعد میں بھی دربار مخدوم رشید اور اولادِ حقانی سے اس کی محبت اور وابستگی قائم رہی۔(۷)

نفسیاتی مطالعہ

- اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ روحانی شخصیات کے ساتھ لوگوں کے ذہن میں ایک خاص ماورائی عقیدت جڑی ہوتی ہے جو غیر معمولی واقعات سے اور بھی گہری ہو جاتی ہے۔
- انجنیئر زاور تحصیل دار کا تجربہ ایک نفسیاتی کشمکش کی نشاندہی کرتا ہے بظاہر قبر کچی ہے لیکن دور سے دیکھنے پر ایک جلالی مزار نظر آنا شعور و تحت الشعور کے درمیان کشمکش کی علامت ہے۔
- لال بہادر دریشک کا متاثر ہونا دراصل ایک ایمان افروز تجربہ کے بعد پیدا ہونے والی نفسیاتی کیفیت ہے، جو انسان کو روحانی ہستیوں کی عظمت کو تسلیم کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔
- اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ روحانی مقامات انسان کے ذہن میں اعلیٰ اقدار اور عقیدت کی مرکزیت قائم کر کے اندرونی سکون اور ایمان کو مضبوط بناتے ہیں۔

سماجی مطالعہ

- یہ واقعہ سماجی طور پر ایک روحانی مرکز کی تشکیل کی علامت ہے۔ قبر کی جگہ مزار اور مسجد کی تعمیر سے یہ جگہ مقامی لوگوں کے لیے مذہبی و سماجی اجتماع کا مرکز بن گئی۔
- لال بہادر دریشک جیسے انتظامی عہدے دار کا کھلی آنکھوں سے اس کرامت کا مشاہدہ اور پھر عقیدت مندی یہ ظاہر کرتی ہے کہ روحانی شخصیات اور ان کے مزارات صرف عوام تک محدود نہ تھے بلکہ حکومتی و انتظامی طبقہ بھی ان سے متاثر ہوتا تھا۔
- مزار کی تعمیر کے نتیجے میں قصبے کو ایک نئی ثقافتی و سماجی شناخت ملی، جو وقت کے ساتھ عقیدت اور روحانی فیض یابی کے تسلسل کا باعث بنی۔
- اس روایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ روحانی مراکز صرف مذہبی نہیں بلکہ سماجی یکجہتی اور شناخت سازی میں بھی بنیادی کردار ادا کرتے ہیں

خلاصہ

یہ روایت حضرت مخدوم رشید حقانی کے مزار کی روحانی عظمت اور اس کے سماجی اثرات کو ظاہر کرتی ہے۔ انجینئر زاور تحصیل دار کا غیر معمولی تجربہ نفسیاتی طور پر ایمان وعقیدت کو گہرا کرتا ہے، جبکہ سماجی طور پر یہ واقعہ مزار اور مسجد کی تعمیر کا محرک بن کر ایک روحانی و ثقافتی مرکز کی بنیاد ڈالتا ہے۔ لال بہادر دریشک کی وابستگی اس بات کا ثبوت ہے کہ ایسے روحانی مقامات معاشرتی اور انتظامی سطح پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں اور نسل در نسل عقیدت کا سلسلہ قائم رکھتے ہیں۔

لال بہادر دریشک کی منت کا پورا ہونا

بیان کیا جاتا ہے کہ نصراللہ خان دریشک کے والد، لال بہادر دریشک، کی حضرت مخدوم رشید حقانی کی اولاد میں سے ایک بزرگ، مخدوم دولت شاہ، سے گہری دوستی تھی۔ ایک دن دولت شاہ کے کہنے پر لال بہادر دریشک نے مخدوم رشید حقانی کی قبر مبارک پر جا کر یہ منت مانی کہ ان کی اولاد پیدا تو ہوتی ہے لیکن اوائل عمری میں وفات پا جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس دُعا کے صدقے انہیں طویل العمر اولاد عطا فرمائے۔ اس دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں "نصراللہ خان دریشک" کی صورت میں بیٹا عطا کیا جو نوے برس سے زیادہ عمر پا کر آج بھی حیات ہے۔ اس واقعے کے بعد دریشک خاندان کی حضرت مخدوم رشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اولاد کے ساتھ عقیدت اور محبت بہت بڑھ گئی اور آج بھی یہ خاندان عقیدت کے ساتھ مزار پر حاضری دیتا ہے۔(۸)

نفسیاتی مطالعہ

- لال بہادر دریشک کی اولاد کے بچپن میں فوت ہونے کا تجربہ ایک شدید نفسیاتی صدمہ اور مایوسی کی کیفیت تھی۔
- مخدوم دولت شاہ کے کہنے پر قبر پر منت ماننا اس بات کا مظہر ہے کہ انسان مشکل اور بے بسی کے عالم میں روحانی سہارے کی تلاش کرتا ہے۔
- دعا کی قبولیت اور نصراللہ خان کی طویل العمری نے لال بہادر دریشک اور ان کے خاندان کے دل میں ایک اطمینان، اعتماد اور شکر گزاری پیدا کی۔
- اس تجربے نے پورے خاندان کی نفسیات میں ایک روحانی وابستگی اور مضبوط عقیدت کو جنم دیا، جو نسل در نسل منتقل ہوئی۔

سماجی مطالعہ

- یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ مزارات صرف انفرادی سکون کا ذریعہ نہیں بلکہ خاندانی و نسلی عقیدت کے تسلسل کو بھی جنم دیتے ہیں۔
- دریشک خاندان کی وابستگی نے مقامی معاشرت میں مزارات کی سماجی حیثیت کو مزید مستحکم کیا۔
- اولاد کی دعا کا پورا ہونا ایک سماجی پیغام تھا کہ مخدوم رشید حقانی کی روحانی برکتیں آج بھی جاری ہیں، جس سے عوامی سطح پر ان کے مزار کی مرکزیت اور تقدیس میں اضافہ ہوا۔
- اس عقیدت نے صرف مذہبی پہلو ہی نہیں بلکہ سماجی رشتوں اور تعلقات کو بھی مضبوط کیا، جیسا کہ دریشک خاندان اور مخدوم خاندان کی باہمی قربت میں اضافہ ہوا۔

خلاصہ

یہ روایت ظاہر کرتی ہے کہ مخدوم رشید حقانی کی روحانی برکت اور دعا کی قبولیت نے دریشک خاندان کو ان سے اور زیادہ قریب کر دیا۔ نفسیاتی طور پر یہ واقعہ مایوسی سے یقین اور اعتماد کی طرف سفر ہے، جبکہ سماجی طور پر اس نے ایک خاندان یا قبیلے کو روحانی مرکز سے مستقل طور پر وابستہ کر دیا۔ اس طرح یہ روایت اس بات کی شاہد ہے کہ مزارات صرف انفرادی عقیدت نہیں بلکہ نسل در نسل سماجی اور روحانی تعلق قائم رکھنے کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔

مدرسہ بہائی کی ترقی اور ترویج میں خانوادہ مخدوم رشید حقانی کا کردار

حضرت بہاءُالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ جب حصول علم کے لیے ملتان سے باہر تشریف لے گئے تو اس دوران ان کے چچازاد و خالہ زاد بھائی حضرت مخدوم رشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ بہائیہ کو نہ صرف مستحکم کیا بلکہ اس کی ترقی و ترویج کے لیے مسلسل جدوجہد کی۔ بعد ازاں جب حضرت مخدوم رشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ مکہ، مدینہ اور ہمدان شریف کی طرف روانہ ہوئے تو ان کے صاحبزادگان، مخدوم محمد اور مخدوم ابو بکر (جو بہاءُ الدین زکریا ملتانی کے بھانجے بھی تھے) نے اپنے ماموں کے ساتھ مل کر مدرسہ بہائیہ کے انتظامی و تعلیمی اُمور کو سنبھالا۔ انہوں نے نصاب سازی، اساتذہ کی تعیناتی اور درس و تدریس کے مختلف پہلوؤں میں فعال کردار ادا کیا۔ یہی خدمات تھیں جن کی بدولت مدرسہ بہائیہ ایک اہم علمی و روحانی مرکز کی حیثیت اختیار کر گیا اور اس کی تاثیر برصغیر سے نکل کر انڈونیشیا ملائیشیا اور جاوا سماٹر تک پھیل گئی۔ (۹)

نفسیاتی مطالعہ

نفسیاتی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اس واقعے میں کئی اہم پہلو سامنے آتے ہیں

- **اعتماد اور قربت** بہاءُالدین زکریا ملتانی نے اپنے خاندان پر جس اعتماد کا اظہار کیا، اس نے ادارے کے تحفظ اور ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ اعتماد افراد میں احساس ذمہ داری کو بڑھاتا ہے۔
- **روحانی وابستگی** مخدوم رشید حقانی اور ان کے صاحبزادگان نے خدمتِ دین کو ذاتی مفاد پر ترجیح دی۔ یہ رویہ روحانی وابستگی اور ایثار کی اعلیٰ مثال ہے۔
- **تحریک اور تسلسل** ادارہ سازی کے لیے تسلسل اور باہمی تعاون ضروری ہوتا ہے۔ خاندان کے مختلف افراد نے ایک دوسرے کے خلا کو پورا کر کے اجتماعی کامیابی کی بنیاد رکھی۔

سماجی مطالعہ

سماجی اعتبار سے اس واقعے میں درج ذیل نکات نمایاں ہیں

- **ادارہ جاتی مضبوطی** مدرسہ بہائیہ کی ترقی ایک سوشیالوجیکل ماڈل ہے کہ جب ادارہ کسی ایک فردی منحصر نہ ہو بلکہ اجتماعی بنیادوں پر

چلایا جائے تو وہ زیادہ دیرپا ثابت ہوتا ہے۔

- **خاندانی تعاون** خاندان کے افراد کا تعاون نہ صرف فرد کی شخصیت بلکہ ادارے کی سماجی حیثیت کو بھی بلند کرتا ہے۔
- **علمی اشاعت کا دائرہ** مدرسہ بہائیہ نے ملتان ہی نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی اسلام کی روشنی پہنچائی۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ مضبوط ادارے مقامی ماحول سے نکل کر عالمی سطح پر اثرانداز ہوتے ہیں۔
- **ثقافتی ورثہ** اس طرح کے تعلیمی و روحانی مراکز کسی علاقے کی شناخت اور سماجی ڈھانچے کا حصہ بن جاتے ہیں۔

خلاصہ

یہ واقعہ اعتماد، تعاون، اور ادارہ جاتی مضبوطی کی ایک روشن مثال ہے۔ حضرت مخدوم رشید حقانی اور ان کی اولاد کی خدمات نے نہ صرف بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے تعلیمی مشن کو جاری رکھا بلکہ مدرسہ بہائیہ کو ایک ایسا مرکز بنا دیا جس کی علمی و روحانی روشنی صدیوں تک مختلف خطوں میں پھیلتی رہی۔ نفسیاتی اعتبار سے یہ قربت، اعتماد اور ایثار کا مظہر ہے جبکہ سماجی طور پر یہ اجتماعی ادارہ سازی اور علمی ورثے کے تسلسل کی بہترین مثال ہے۔ ہے۔

مہر سادا اور بیلوں کی منت

مہر سادا کے بیان کے مطابق ان کا خاندان ابتدائی طور پر حضرت مخدوم رشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین میں شامل نہ تھا۔ ایک موقع پر جب ان کے بزرگوں پر قتل کا مقدمہ قائم ہوا تو وہ شدید اضطراب اور مشکلات میں مبتلا تھے۔ اس وقت ان کی ہمسایہ گرو قوم، جو حضرت مخدوم رشید حقانی کی اولاد کے مرید تھے، نے انہیں ترغیب دی کہ وہ حضرت کی بارگاہ میں منت مانیں۔ مہر سادا کے خاندان نے عہد کیا کہ اگر ان کے قیدی رہا ہو گئے تو وہ دو بیل حضرت کے دربار کی کنڈی کے ساتھ باندھیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کے قیدی رہا ہو گئے، تو وہ دو بیل لے کر دربار کی طرف روانہ ہوئے۔ جب قریب پہنچے تو انہیں وہاں جنگل اور درختوں کا ایک جھنڈ دکھائی دیا، جس کے اندر ایک کچی قبر موجود تھی۔ وہ واپس پلٹنے لگے تو اچانک ان کے سامنے ایک دروازہ اور کنڈی نمایاں ہوئی۔ انہوں نے بیل وہاں باندھ دیے، لیکن جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو دوبارہ وہی جنگل اور درخت نظر آئے۔ یہ کیفیت تین چار مرتبہ پیش آئی۔ اس کرامت کو دیکھ کر مہر سادا کا خاندان روحانی طور پر متاثر ہوا اور ہمیشہ کے لیے حضرت مخدوم رشید حقانی کا عقیدت مند و مرید بن گیا۔ یہ عقیدت کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ (۱۰)

نفسیاتی مطالعہ

- **بحران میں روحانی سہارا** قتل کے مقدمے اور رشتہ داروں کی قید نے خاندان کو شدید ذہنی دباؤ میں مبتلا کیا، اور ایسے حالات میں انسان فطری طور پر روحانی سہارا تلاش کرتا ہے۔
- **کرامت کا اثر** بار بار ظاہر ہونے والا دروازہ اور کنڈی ایک روحانی علامت کے طور پر خاندان کے ذہن پر گہرا اثر چھوڑ گئی۔ اس نے

یقین اور ایمان کو پختہ کیا۔

- **عہد کی تکمیل** بیل باندھنے کی صورت میں منت پوری کرنا، نفسیاتی طور پر سکون اور اعتماد پیدا کرتا ہے کہ مشکل کا حل واقعی اللہ کے ولی کے وسیلے سے ممکن ہوا۔

سماجی مطالعہ

- **ہمسایوں کا کردار** گرو قوم نے مہر سادا کے خاندان کو پیر و مرشد کے روحانی تصرف سے متعارف کرایا۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ سماجی سطح پر روحانی وابستگی اکثر رشتوں، قریبی تعلقات اور محلے داری کے ذریعے منتقل ہوتی ہے۔
- **مذہبی و روحانی سلسلوں کی وسعت** ایک خاندان کے شامل ہونے سے ان کے بعد آنے والی نسلیں بھی اس نسبت میں شامل ہو گئیں، یوں عقیدت ایک اجتماعی روایت میں بدل گئی۔
- **روحانی مقامات کی تقدیس** جنگل میں قبر اور بار بار ظاہر ہونے والا دروازہ دراصل اس بات کی علامت ہے کہ سماجی طور پر مزار اور دربار محض جگہ نہیں بلکہ ایک روحانی مرکز کی حیثیت رکھتے ہیں، جہاں عقیدت مند اپنی امیدیں وابستہ کرتے ہیں۔

خلاصہ

یہ واقعہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ روحانی کرامات کسی طرح افراد اور خاندانوں کے نفسیاتی و سماجی رویوں کو بدل دیتی ہیں۔ مہر سادا کا خاندان ابتدا میں غیر وابستہ تھا، مگر ایک بحران اور کرامت کے مشاہدے نے انہیں ہمیشہ کے لیے مخدوم رشید حقانی کا عقیدت مند حصہ بنا دیا۔ یہ قصہ ایمان، اعتماد اور عقیدت کے تسلسل کا مظہر ہے، جو آج تک سماجی و روحانی سطح پر جاری ہے۔

خانوادہ مخدوم رشید حقانی روحانی حصار

آج بھی مخدوم رشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند یہ یقین رکھتے ہیں کہ اس پورے خطے کو اس خاندان کے روحانی تصرف نے اپنے حصار میں لے رکھا ہے۔ ایک سو سالہ بزرگ خاتون اس کیفیت کو سرائیکی شاعری کی صورت میں بیان کرتی تھیں۔ جس کے یاد، رہ جانے والے چند مصرعے کچھ یوں ہیں۔(۱۱)

ڈُکھ درد ساکوں کیویں چھوہن ---ہِن ساڈے محافظ دُنیا و دین
قطب دِروں عبدالرحمن ، ادھ وِچ بہاء الدین
ڈُکھوں ڈیڈھا لال ، ڈیہنہ لاہوں سعید الدین
سجھ اُبھاروں کھڑے سنبھالی ، سب کوں مخدوم رشید الدین

نفسیاتی مطالعہ

- یہ روایت اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ صوفیانہ عقائد فرد کو ایک ایسا نفسیاتی حصار فراہم کرتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ اپنے آپ کو دکھ، مصائب اور خارجی خطرات سے محفوظ تصور کرتا ہے۔
- مشکلات کو غیر موثر سمجھنے کا رویہ فرد کے لاشعور میں امید اور اعتماد پیدا کرتا ہے، جو نفسیاتی اضطراب اور بے یقینی کو کم کرنے کا ایک موثر ذریعہ ہے۔
- ایک معمر خاتون کی جانب سے اس عقیدے کا منظوم اظہار اس بات کا ثبوت ہے کہ روحانی وابستگی عمر کے ہر مرحلے میں ذہنی سکون اور حوصلے کا بنیادی وسیلہ رہتی ہے۔

سماجی مطالعہ

- یہ عقیدہ کمیونٹی کے افراد کے مابین ایک اجتماعی روحانی رشتہ قائم کرتا ہے، جو ان کے باہمی تعلقات اور شناخت کو مضبوط بناتا ہے۔
- صوفی خانوادے کو پورے خطے کا روحانی نگران تسلیم کرنا، معاشرتی ہم آہنگی اور سماجی اتحاد کے تسلسل کو یقینی بناتا ہے۔
- یہ روایت خطے کی اجتماعی یادداشت اور ثقافتی ورثے کا حصہ ہے، جو نہ صرف ماضی کی روحانی روایات کو زندہ رکھتی ہے بلکہ موجودہ سماجی ڈھانچے کو بھی تقویت دیتی ہے۔

یہ روایت اس امر کی عکاسی کرتی ہے کہ حضرت مخدوم رشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خانوادے کو خطے کا روحانی محافظ تصور کیا جاتا ہے۔ نفسیاتی سطح پر یہ عقیدہ افراد کے لیے ذہنی سکون، امید اور اعتماد کا باعث بنتا ہے، جبکہ سماجی سطح پر یہ عقیدہ اجتماعی وحدت، ثقافتی تسلسل اور کمیونٹی کی باہمی ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے۔ اس طرح یہ روایت محض عقیدت کی علامت نہیں بلکہ ایک ایسا سماجی و نفسیاتی ڈھانچہ ہے جو خطے کی شناخت اور روحانی سرمایہ دونوں کو مستحکم کرتا ہے۔

نتیجہ

حضرت مخدوم رشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب روایات کا نفسیاتی و سماجی مطالعہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ یہ روایات محض کرامات یا عوامی حکایات نہیں بلکہ انسانی ذہن، اجتماعی شعور اور سماجی ڈھانچے پر گہرے اثرات ڈالنے والی معنوی و ثقافتی حقیقتیں ہیں۔ نفسیاتی سطح پر یہ روایات خوف و امید، اضطراب و سکون، مایوسی و حوصلہ، اور بے یقینی و اعتماد جیسی متضاد کیفیات کو متوازن کرتی ہیں اور انسانی ذہن کو قوتِ ارادی عطا کرتی ہیں۔ سماجی سطح پر یہ قصے معاشرے کی یکجہتی، باہمی تعاون، مذہبی شناخت، اور ثقافتی تسلسل کے لیے بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

ان روایات میں یہ پہلو نمایاں طور پر سامنے آتا ہے کہ کس طرح صوفیانہ شخصیات کی کرشماتی یادداشتیں اجتماعی لاشعور میں محفوظ ہو کر ایک ایسے سماجی ضابطے میں ڈھل جاتی ہیں جو نسل در نسل معاشرے کو اخلاقی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہ روایات فرد کو نفسیاتی تحفظ جبکہ

معاشرے کو سماجی ہم آہنگی فراہم کرتی ہیں۔

یوں یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مخدوم رشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب یہ صدری روایات ایک نفسیاتی علاج اور سماجی تنظیم دونوں کا کردار ادا کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی معنویت صرف ماضی تک محدود نہیں بلکہ حال اور مستقبل کے مطالعے کے لیے بھی نہایت اہم ہے۔ یہ تحقیق ثابت کرتی ہے کہ صوفیانہ روایت کو سائنسی و تحقیقی انداز میں سمجھنا نہ صرف ثقافتی علوم بلکہ نفسیات اور سماجیات کے میدان میں بھی نئی راہیں کھولتا ہے۔

حوالہ جات

1. ملک غلام مرتضیٰ ڈیسی، مراد آباد، ضلع مظفر گڑھ۔
2. ۳sN_gBZSIQI۲۶sA?si=SqN۹https //youtu.be/ptci-sZF
3. پیر بخش سیال، کوٹ بحان سنگھ، میاں چنوں، ضلع خانیوال۔
4. محمد نواز خان جوئیہ، موضع اسماعیل پور، کہروڑ پکا، ضلع لودھراں۔
5. میاں گل شاہ، ولد بھانون شاہ، قصبہ مخدوم رشید، تحصیل و ضلع ملتان۔
6. امیر حسین شاد، ولد حاجی اعجاز حسین شاہ، مخدوم رشید، تحصیل و ضلع ملتان۔
7. اللہ وسایا اَوَرَہ، موضع کرناں، بہاولپور۔
8. ملک کالو سانتا، اقبال آباد، ضلع رحیم یار خان۔
9. ڈاکٹر شاہد بہار ہاشمی، ولد مخدوم بہار شاہ ہاشمی، مخدوم رشید، تحصیل و ضلع ملتان۔
10. مہر سادا گوپے را، چک نمبر ۷۵۷-گ-ب، سندھیلیاں والی، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ۔
11. غلام قاسم خان لنگاہ، بہادر پور، جلال پور پیر والا، ضلع ملتان۔

قطب الاقطاب حضرت شاہ رکن الدین والعالم رحمۃ اللہ علیہ کے اسفار اور اہل اللہ و سلاطین سے تعلقات ایک تحقیقی جائزہ

ڈاکٹر مظہر حسین بھدرو

خاندانی پس منظر

حضرت شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ نسب کے حوالے سے شیخ عبد الرحمٰن چشتی نے "مِرآتُ الأسرار" میں لکھا ہے

آپ کا سلسلہ نسب اَسَد سے جا کر ملتا ہے، جو قریش میں ایک ممتاز ہستی اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہُ وَجههُ الکریم کی والدہ ماجدہ کے جدِّ امجد ہیں۔ (مِرآتُ الأسرار، شیخ عبد الرحمٰن چشتی، مترجم کپتان واحد بخش سیال، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۳ء، صفحہ ۶۹۵)

ڈاکٹر ظہور الحسن شارب کے مطابق بعض نے سلسلہ نسب کے متعلق یوں لکھا ہے

ان کا سلسلہ نسب اَسَد قُریشی پر منتہی ہوتا ہے، جو حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہُ وَجههُ الکریم کے جدِّ مادری تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہاشمی ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاشمی ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں۔

(تذکرہ اولیائے پاک و ہند، ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، پروگریسو بکس، لاہور، ۱۹۹۹ء، صفحہ ۴۴)

قطبُ الاقطاب حضرت شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد مکہ مکرمہ کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے خوارزم منتقل ہونے کا تذکرہ ملتا ہے، اور خوارزم سے قلعہ کوٹ کروڑ (موجودہ کروڑ لعل عیسن، ضلع لیہ) اور وہاں سے پھر ملتان سکونت پذیر ہوئے۔

شیخ شرف الدین کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد میں سے امیر تاج الدین نامی ایک بزرگ مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر تھے۔ جب بنواُمیہ کے آخری حکمران مروان الحمار الثانی (متوفی ۱۳۲ ہجری) نے بیعت پر مجبور کیا تو انہوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت نہ کی، اس لیے اپنے وطن کو خیر باد کہا اور لشکر سمیت خوارزم آ گئے۔

(جامع الکرامات مع اردو ترجمہ، احوال و آثار مخدوم عبد الرشید حقانی، ترجمہ پروفیسر رانا محمد سرور، مجید بک ڈپو، لاہور، ۱۹۹۳ء، صفحہ ۸۷)

حمید اللہ ہاشمی نے اس بزرگ کا پورا نام امیر تاج الدین المطرف لکھا ہے۔

(احوال و آثار حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، حمید اللہ شاہ ہاشمی، تصوف فاؤنڈیشن، لاہور، ۲۰۰۰ء، صفحہ ۲۰)

امیر تاج الدین کی اولاد میں سے ایک بزرگ سلطان حسین نامی تھے، جو معاونینِ درفقاء سلطان محمود سبکتگین غزنوی میں سے تھے۔ ان کے تیسرے حملے کے وقت آپ ان کے ہمراہ ہند میں تشریف لائے اور بعد کے حملوں اور جنگوں میں بھی شریک رہے۔ جب سلطان محمود نے سرحد پر اپنے قلعے اور چھاؤنیاں قائم کیں تو قلعہ کوٹ کروڑ ان میں سے ایک تھا۔ اس کی حکومت شیخ حسین الملقب سلطان حسین رحمۃ اللہ علیہ کو دی گئی۔ جنابِ موصوف اپنے بھائیوں اور رفیقوں سمیت وہاں رہائش پذیر ہوئے۔ اس وقت سے ان کی اولاد وہاں کے اطراف و اکناف کے قصبات میں پھیلتی رہی اور بعض بزرگ ملتان میں جاکر بھی سکونت پذیر ہوئے۔

(احوال و آثار حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، حمید اللہ شاہ ہاشمی، صفحہ ۲۱)

قطبُ الاقطاب حضرت شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دادا جان، شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ قلعہ کوٹ کروڑ میں پیدا ہوئے۔ (سیر العارفین، حامد بن فضل اللہ جمالی، مترجم محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، ۱۹۷۶ء، صفحہ ۱۴۴)

شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے علومِ دینیہ کی تکمیل اور شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے خرقۂ خلافت حاصل کرنے کے بعد وطن واپسی فرمائی اور ملتان میں سکونت اختیار کی۔ اس سے پہلے آپ کے چچازاد، خالہ زاد اور برادرِ نسبتی حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ ، شہاب الدین غوری کی دعوت پر ملتان تشریف لا چکے تھے۔

احوال و آثار

قطبُ الاقطاب حضرت شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ نو (۹) رمضان المبارک ۶۴۹ھ بروز جمعۃ المبارک کو پیدا ہوئے۔

(انوارِ غوثیہ، مخدوم حسن بخش قریشی، کتب خانہ صابر ملتانی، ملتان، ۱۹۰۹ء، صفحہ ۱۷۰؛ تذکرہ قطب الاقطاب شاہ رکنِ عالم ملتانی، نور احمد خاں فریدی، قصر الادب، ملتان، ۱۳۸۱ھ، صفحہ ۱۸؛ تذکرہ اولیائے پاک وہند، ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، پروگریسو بکس، لاہور، ۱۹۹۹ء، صفحہ ۱۰۹)

شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق آپ کا اسمِ گرامی رکن الدین رکھا گیا۔ آپ کی کنیت ابو الفتح ہے، اور بچپن میں آپ کو شیخ جلولہ یا شاہ جلولا کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا تھا۔ (انوارِ غوثیہ، مخدوم حسن بخش قریشی، صفحہ ۱۷۰)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا لقب فضلُ اللہ ہے۔

(سفینۃ الاولیاء، شہزادہ داراشکوہ قادری، مترجم محمد علی لطفی، نفیس اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۶ء، صفحہ ۱۵۳)

اس کی وجہِ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نورِ باطن سے اپنے ملنے والوں اور مریدوں کے دل کا حال جان لیا کرتے تھے۔

(حضرت شیخ ابو الفتح رکن الدین عالم سہروردی، سلیم حسن مرزا، محکمہ اوقاف، حکومتِ پنجاب، لاہور، ۱۹۸۹ء، صفحہ ۶)

حضرت شمس سبزواری رحمۃ اللہ علیہ نے خوردسالی میں جب آپ کی جبینِ شرافت پر سعادت مندی کے آثار ملاحظہ فرمائے تو رکن الدین

کے ساتھ والعالم کا اضافہ فرمایا۔ گویا اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ برخوردار دین و دُنیا، دونوں کے رکن رکین بنیں گے۔

(تذکرہ قطب الاقطاب شاہ رکن عالم ملتانی، نور احمد خاں فریدی، صفحہ ۱۸)

قطبُ الاقطاب حضرت شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ نے سات برس کی عمر میں قرآنِ مجید حفظ کر لیا۔

(سیرت حضرت رکن الدین عالم، قاری گلزار احمد مدنی، اسلام بک ڈپو، لاہور، ۲۰۱۵ء، صفحہ ۶۱)

علامہ شاہ مراد سہروردی نے لکھا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف سولہ برس کی عمر میں تمام علومِ متداولہ سے فراغت حاصل کر لی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ معقولات و منقولات کے متبحر عالم ہو گئے اور تفسیر و حدیث، فقہ و بیان، ادب و شعر، ریاضی و منطق وغیرہ میں کمال پیدا کیا۔

(محفلِ اولیاء، شاہ مراد سہروردی، زاویہ پبلیشرز، لاہور، ۲۰۱۱ء، صفحہ ۲۵۷)

کئی تذکرہ نویسوں اور سوانح نگاروں نے بھی ذکر کیا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سولہ برس کی عمر میں تمام علومِ ظاہری سے فراغت حاصل کر لی تھی۔

(تذکرہ اولیائے ملتان، محمد حسیب القادری، اکبر بک سیلرز، لاہور، صفحہ ۳۸)

حضرت شیخ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۲۳ ذوالحجہ ۷۰۹ ہجری کو ہوا، جس کے بعد قطبُ الاقطاب حضرت شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ دادا کی مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے۔ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا خرقۂ خلافت، جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے مرحمت فرمایا تھا، زیبِ تن کر کے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خلقِ خدا کو صراطِ مستقیم پر چلانا شروع کیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہِ فیض سے مستفیض ہونے والے نفوسِ قدسیہ نے کشمیر سے سراندیپ اور مصر سے سنگاپور تک کے خطوں کو توحید کی ضیاباریوں سے جگمگا دیا۔ (تذکرہ قطب الاقطاب شاہ رکنِ عالم ملتانی، نور احمد خاں فریدی، صفحہ ۷۲)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے متعلق مختلف اقوال منقول ہیں۔

مولانا نور احمد فریدی کے مطابق آپ کا وصال ۷ جمادی الاول ۷۳۵ھ کو ہوا۔

(تاریخ ملتان، مولانا نور احمد خاں فریدی، قصر الادب، ملتان، جلد اوّل، صفحہ ۲۲۹)

شہزادہ داراشکوہ کے مطابق آپ کا وصال ۹ جمادی الاول ۷۳۵ھ کو ہوا۔

(سفینۃ الاولیاء، شہزادہ داراشکوہ قادری، مترجم محمد علی لطفی، صفحہ ۱۵۳)

اور لطائفِ اشرفی میں، جو ملفوظاتِ حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ پر مشتمل ہے، وہاں بھی آپ کے وصال کی تاریخ ۹ جمادی الاول ۷۳۵ھ ہی بیان کی گئی ہے۔

(لطائفِ اشرفی [جامع]، نظام یمنی، مترجم شمس بریلوی، ملفوظات سید اشرف جہانگیر سمنانی، سہیل پریس، کراچی، ۱۹۹۹ء، صفحہ ۵۹۸)

اسفار

شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی کے ابتدائی حصے میں حصولِ علم کی خاطر وسط ایشیا کا سفر فرمایا،

پھر حرمین شریفین کا قصد کیا، اور تلاشِ مرشد میں فلسطین تک گئے۔ آخر کار بغداد میں شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پر بیعت کی اور واپس ملتان آکر سلسلہ سہروردیہ کی عظیم خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ حضرت صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام عمر خانقاہ میں بیٹھ کر اپنے والدِ گرامی کے مشن کو آگے بڑھایا، تدریس پر توجہ دی، اور ان کے قائم کردہ مدرسہ بہائیہ کے ذریعے تشنگانِ علم کو سیراب کیا اور سالکانِ طریقت کی رہبری فرمائی۔

قطبُ الاقطاب حضرت شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ جب خانقاہِ غوثیہ سہروردیہ کے جانشین بنے تو انہوں نے اپنے جدّ امجد شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا طریق اختیار کیا اور تبلیغ دین کے لیے متعدد اسفار کیے۔ ان اسفار میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اکثر آپ کے دو جلیل القدر خلفاء، (۱) حضرت سید جلال الدین حسین مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ ، (۲) اور سلطان التارکین حضرت حمید الدین حاکم رحمۃ اللہ علیہ، ہمراہ ہوا کرتے تھے۔

قاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ رکنِ عالم رحمۃ اللہ علیہ دہلی تشریف لاتے تو ہر روز روزِ عید اور ہر شب شبِ قدر ہوتی تھی۔ آپ بادشاہ علاء الدین خلجی کے عہدِ حکومت میں دوبار دہلی تشریف لائے، اور بادشاہ قطب الدین مبارک شاہ کے زمانۂ حکومت میں تین بار دار الحکومت دہلی میں قدم رنجہ فرمایا۔

(تاریخ فرشتہ، محمد قاسم فرشتہ، مترجم عبدالحی خواجہ، المیزان ناشران و تاجرانِ کتب، ۲۰۰۸ء، جلد ۳-۴، صفحہ ۷۹۴)

شیخ جمالی نے بھی شاہ رکنِ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پانچ اسفارِ دہلی کا ذکر کیا ہے۔ ان کے مطابق بھی آپ دو مرتبہ سلطان علاء الدین خلجی کے زمانے میں اور تین مرتبہ سلطان قطب الدین مبارک شاہ کے زمانے میں دہلی تشریف لائے۔ (جمالی، سیر العارفین، صفحہ ۲۰۱)

دہلی کے علاوہ حضرت قطبُ الاقطاب شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ نے سندھ کا بھی دورہ فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سفر حضرت عثمان مروندی لعل شہباز رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں اختیار فرمایا۔ مولانا نور احمد خاں فریدی کے مطابق یہ سفر خلجی دور میں کیا گیا۔ اس سفر کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات سندھ کے ایک درویش شیخ ریحان رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دادا جان کے ایک مرید شیخ بوسن کے بیٹوں ملا نصیر اور ملا امام کو طلب فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں کے زہد، ورع اور دین داری سے اس قدر خوش ہوئے کہ انہیں اپنے ہمراہ ملتان لے آئے۔ (تذکرہ قطب الاقطاب شاہ رکنِ عالم ملتانی، نور احمد خاں فریدی، صفحات ۱۹۲-۱۹۳)

حضرت شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ سید محمد زندہ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کہروڑ کا سفر فرمایا، جہاں پر آباد جُوئیہ اقوام نے ان بزرگوں کی تبلیغِ اسلام کے باعث اسلام قبول کر لیا۔ (تذکرہ قطب الاقطاب شاہ رکنِ عالم ملتانی، نور احمد خاں فریدی، صفحات ۱۹۵-۱۹۶)

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ دہلی میں منعقدہ شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عرسِ مبارک کی تقریب میں حضرت شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ نے شرکت فرمائی۔ اس موقع پر حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔

چنانچہ شیخ المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور ابو الفتح قطب الاقطاب شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ اکٹھے سماع سے لطف اندوز

ہوئے۔(تاریخ فرشتہ، محمد قاسم فرشتہ، مترجم عبدالحی خواجہ، جلد ۳-۴، صفحہ ۷۹۵)

حضرت شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک سفر کے دوران پاکپتن تشریف لے گئے، جہاں مزارِ مبارک پر حاضری دی اور سجادہ نشینِ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات فرمائی۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تعلقات

حضرت شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد محبت تھی۔ جیسا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے

"میں ملتان سے درالسلطنت دہلی حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے عشق و محبت میں آتا ہوں۔" (جمالی، سیر العارفین، صفحہ ۲۰۲)

منشی حکم چند نے بھی لکھا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر دہلی میں شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

(تواریخِ ضلع ملتان، منشی حکم چند، بزمِ ثقافت، ملتان، بارِ دوم، ۲۰۱۰ء، صفحہ ۷۵)

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقاتیں

امیر خورد نے سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ انہوں نے سید مبارک محمد کرمانی سے سنا تھا کہ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی قطب الاقطاب حضرت شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ سے متعدد مرتبہ ملاقاتیں ہوئیں۔

(سیر الاولیاء، امیر خورد، مترجم اعجاز الحق قدوسی، اردو سائنس بورڈ، لاہور، صفحہ ۲۵۳-۲۶۰)

پہلی ملاقات

پہلی ملاقات سلطان قطب الدین بن سلطان علاء الدین خلجی کے عہدِ حکومت میں اس وقت ہوئی، جب حضرت شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ ملتان سے دہلی تشریف لائے۔ جب آپ دہلی کے قریب پہنچے تو سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے استقبال کے لیے نکلے اور حضرت شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ سے حوضِ خاص علائی کے پاس سرائے کے پل پر حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات فجر کی نماز کے وقت ہوئی۔ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آئے، لیکن یہ ملاقات بہت مختصر رہی، اور سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کے بعد واپس تشریف لے گئے۔ جب شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ کی سلطان قطب الدین سے ملاقات ہوئی تو سلطان نے پوچھا

"اس شہر کے بزرگوں میں سب سے پہلے کون آپ سے ملا؟"

شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا

"سب سے پہلے مجھ سے وہ ملا جو اس شہر کا بہترین انسان ہے، یعنی سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ۔"

(سیر الاولیاء، امیر خورد، مترجم اعجاز الحق قدوسی، اردو سائنس بورڈ، لاہور، صفحہ ۲۵۳-۲۶۰)

دوسری ملاقات

جب شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع ملی کہ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نمازِ جمعہ مسجدِ کیلو کبری میں ادا فرمائیں گے، تو آپ بھی نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لیے اسی مسجد میں تشریف لائے اور شمالی دروازے کے قریب، جو دریا کے کنارے پر واقع تھا، بیٹھ گئے۔ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ بھی وقتِ مقررہ پر تشریف لائے اور جنوبی دروازے کی بائیں جانب اپنی مقررہ جگہ پر بیٹھ گئے۔ لوگوں نے سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کو خبر دی کہ شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی مسجد میں تشریف فرماہیں۔

چونکہ مسجد کے دونوں دروازوں کے درمیان وسیع صحن کی وجہ سے کافی فاصلہ تھا، اس لیے جب سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نماز سے فارغ ہوئے تو اپنی جگہ سے اٹھ کر وہاں تشریف لے گئے جہاں شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے۔ اس وقت شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ نماز میں مشغول تھے۔ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ، شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ کی پیٹھ کے پیچھے مؤدبانہ بیٹھ گئے۔ جب شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ نماز سے فارغ ہوئے تو دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی۔

انہوں نے ایک دوسرے سے مصافحہ اور معانقہ کیا، اور باہمی تعظیم و توقیر میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ جب دونوں بزرگ مسجد کے دروازے پر پہنچے تو شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تعظیم کے ساتھ عرض کیا "پہلے آپ پالکی میں سوار ہوں۔"
سلطانُ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ "پہلے آپ سوار ہوں۔" بڑے اصرار کے بعد حضرت شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ پالکی میں سوار ہوئے۔

(سیر الاولیاء، امیر خورد، مترجم اعجاز الحق قدوسی، اردو سائنس بورڈ، لاہور، صفحہ ۲۵۳-۲۶۰)

تیسری ملاقات

سید مبارک محمد کرمانی روایت کرتے ہیں کہ میرے چچا ملک السادات شرف کمال الدین احمد محمد کرمانی نے بیان کیا
"میں بادشاہ کی سرائے سے واپس آرہا تھا کہ میں نے دیکھا، شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ غیاث پور کی طرف جارہے ہیں۔ میں نے قرینے سے سمجھ لیا کہ یہ تو سلطانُ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جارہے ہیں۔ میں نے گھوڑا تیزی سے دوڑایا اور سلطانُ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا تاکہ خبر دے سکوں۔ جب شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ کی پالکی دہلیز میں میانی کے گنبد کے قریب چبوترے پر ٹھہری تو سلطانُ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ بالاخانے سے اتر کر نیچے تشریف لائے۔ چبوترے کے ستون کے پاس دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی۔

اس زمانے میں شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں میں تکلیف تھی، اس لیے آپ پالکی سے نیچے نہیں اتر سکتے تھے۔ باوجود کوشش کے اتر نہ سکے۔ آخر کار آپ نے فرمایا "مجھے اتارو۔" لیکن سلطانُ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے اخلاقاً آپ کو اترنے نہ دیا۔ چنانچہ شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ پالکی ہی میں بیٹھے رہے اور کچھ دیر تک دونوں بزرگ آپس میں گفتگو فرماتے رہے۔ اس ملاقات میں حضرت شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ

کے بھائی حضرت عماد الدین اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔

(سیر الاولیاء، امیر خورد، مترجم اعجاز الحق قدوسی، اردو سائنس بورڈ، لاہور، صفحہ ۲۵۳-۲۶۰)

چوتھی ملاقات

شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی چوتھی ملاقات اس وقت ہوئی جب سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ بیمار تھے، اور شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ اس روز ذی الحجہ کی دسویں تاریخ تھی۔ جب دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی تو شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "عَشَرَۃُ ذِی الحِجَّۃِ ہے۔"

ہر آدمی حج کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ میں نے بھی کوشش کی ہے کہ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی سعادت حاصل کرنے آیا ہوں تاکہ حج کا ثواب حاصل ہو۔ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے آبدیدہ ہو کر ان کی عنایت کے لیے معذرت کی۔

(سیر الاولیاء، امیر خورد، مترجم اعجاز الحق قدوسی، اردو سائنس بورڈ لاہور، س،ن، صفحہ ۲۵۳-۲۶۰)

پانچویں ملاقات

پانچویں مرتبہ ان دونوں بزرگوں کی ملاقات اس وقت ہوئی جب سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ پر مرضِ عشق غالب تھا۔ یہ ایک عجیب و غریب کیفیت تھی کہ ہر روز عشق و محبت کے غلبے کی وجہ سے کئی مرتبہ آپ بے ہوش ہو جاتے اور پھر ہوش میں آتے۔

اسی حال میں کئی مرتبہ حضرت شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ عیادت کے لیے تشریف لائے۔ اس وقت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ میں اتنی طاقت بھی نہ تھی کہ چارپائی سے نیچے اتر سکیں۔ ملاقات کے دوران سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ "چارپائی پر تشریف رکھیں۔" مگر آپ نے ادب و تعظیم کے باعث چارپائی پر بیٹھنے سے انکار فرمایا۔

آخر کار ایک کرسی لائی گئی، اور شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ اس پر بیٹھ گئے۔ تمام مریدین و معتقدین حیرت میں تھے کہ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ عالمِ تحیّر میں ہیں، اب دونوں کے درمیان گفتگو کیسے ہو سکے گی؟

لیکن سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کمالِ روحانیت سے عالمِ ہوش میں آکر شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہوئے، اور دونوں بزرگوں کے درمیان روحانی گفتگو ہوئی۔ کچھ دیر بعد حضرت شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ اجازت لے کر واپس تشریف لے گئے۔

(سیر الاولیاء، امیر خورد، مترجم اعجاز الحق قدوسی، اردو سائنس بورڈ لاہور، س،ان، صفحہ ۲۵۳-۲۶۰)

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ کی امامت

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے وفات کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ شاہ رکن الدین والعالم رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی بعد میں فرمایا کہ ہمیں دہلی میں رکھنے کا یہی راز تھا کہ ہمیں یہ سعادت حاصل کرنی تھی۔ اس

کے تھوڑے عرصے بعد شاہ رکن الدین والعالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن ملتان واپس ہو گئے۔

(شیخ عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، مترجمین مولانا سبحان محمود و مولانا محمد فاضل، اکبر بک سیلرز لاہور، ۲۰۰۴، صفحہ ۱۴۸)

اخلاق احمد قادری لکھتے ہیں کہ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی۔ ان کی نماز جنازہ شاہ رکن الدین والعالم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ پڑھائیں اور ایسا ہی ہوا۔ (تاریخ وتمدن ملتان، اخلاق احمد قادری، علم عرفان پبلیکشرز لاہور، س۔ن، صفحہ ۱۳۴)

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ کی امامت

شاہ رکن الدین والعالم رحمۃ اللہ علیہ کو جب امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی اطلاع ملی۔ اپنے مریدوں سمیت تشریف لائے نماز جنازہ پڑھ کر اس کشتہ محبت کو حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں سپرد خاک کیا اور اس واقعہ کے تھوڑا عرصہ بعد شاہ رکن الدین والعالم ملتان روانہ ہو گئے۔ (تاریخ ملتان، مولانا نور احمد خان فریدی، جلد اول، صفحہ ۲۵۳)

اخلاق احمد قادری نے لکھا ہے کہ جب امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی تو آپ کی نماز جنازہ شاہ رکن الدین والعالم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔

(تاریخ وتمدن ملتان، اخلاق احمد قادری، صفحہ ۱۳۴)

شاہ رکن الدین والعالم رحمۃ اللہ علیہ کے سلاطین سے تعلقات

شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ بادشاہوں سے ملنا جائز سمجھتے تھے۔ آپ نے سلطان شمس الدین التمش کی درخواست پر شیخ الاسلام کا عہدہ قبول فرمایا تھا۔ لیکن شیخ صدر دین عارف رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ غوثیہ سہروردیہ سے باہر جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ سلطان شمس الدین التمش کے سلسلہ چشتیہ اور سلسلہ سہروردیہ دونوں سے اچھے تعلقات تھے۔ جہاں وہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند تھے۔ وہاں پہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی احترام کرتے تھے۔ حضرت شاہ رکن الدین والعالم رحمۃ اللہ علیہ کے بھی اپنے عہد کے سلاطین کے ساتھ خوشگوار تعلقات تھے۔

خلیق احمد نظامی کے مطابق سلطان علاء الدین خلجی شاہ رکن الدین والعالم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت عزت کرتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سلطان علاء الدین کے عہد میں دوبار دہلی تشریف لائے تھے۔۔ سلطان ان کے استقبال کے لیے دور تک گیا تھا اور بڑے اعزاز سے شہر میں لایا تھا۔

(سلطان دہلی کے مذہبی رجحانات، خلیق احمد نظامی، ندوہ المصنفین، دہلی، ۱۹۵۸، صفحہ ۲۷۰)

سلطان قطب مبارک خلجی کے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے تعلقات انتہائی ناخوشگوار تھے۔ بعض بے بنیاد شبہات کی بنیاد پر سلطان ان سے بدظن ہو گیا تھا اور کھلے دربار میں ان کے متعلق نامناسب الفاظ استعمال کرتا تھا۔ مخالفت کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ مبارک خلجی کے دو بھائی خضر خان اور شادی خان سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ سلطان قطب مبارک خلجی نے یہ تدبیر سوجھی کہ دہلی میں کوئی ایسی شاندار خانقاہ تیار کرادی جائے کہ عوام خود بخود اس کی طرف رجوع کریں اور حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی اہمیت اور روحانی اقتدار اس طرح کم ہو جائے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے اس کی نظر شاہ رکن الدین والعالم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اٹھی چنانچہ ان کو ملتان سے دہلی بلایا

گیا۔(سلطان دہلی کے مذہبی رجحانات، خلیق احمد نظامی، صفحہ ۲۸۹-۲۹۰)

شاہ رکن الدین والعالم رحمۃ اللہ علیہ کے سلاطین وقت سے گہرے تعلقات تھے لیکن وہ اپنے معاصر چشتی بزرگ کو بھی انتہائی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ انہوں نے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اپنے رائے کا اظہار سلطان کے سامنے اس انداز میں کیا اس کو اپنے مقصد کے اظہار کی جرات نہ ہو سکی۔ سلطان نے پوچھا اس شہر کے بزرگوں میں سب سے پہلے کون آپ سے ملا۔ شاہ رکن الدین والعالم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ جو اہل شہر میں سب سے بہتر ہے یعنی سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ۔ بقول شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کہ شیخ رکن الدین نے اس کلمے سے اس کا تواہم دور کر دیا اور اس کی توقعات کو ختم کر دیا۔(سلطان دہلی کے مذہبی رجحانات، خلیق احمد نظامی، صفحہ ۲۹۰)

سلطان غیاث الدین تغلق کو مشائخ اور صوفیہ سے بڑی عقیدت تھی۔ شیخ علاء الدین اجودھنی، شاہ رکن الدین والعالم ملتانی، بو علی شاہ قلندر پانی پتی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم سے اس کی عقیدت کا ذکر تاریخوں اور تذکروں میں ملتا ہے۔ ایک مرتبہ اس نے مولانا ظہیر الدین لنگ سے شاہ رکن الدین والعالم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کے سلسلے میں معلومات حاصل کی تھیں۔

(شیخ عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، مترجمین مولانا سبحان محمود و مولانا محمد فاضل، صفحہ ۱۵۰-۱۵۱)

شاہ رکن الدین والعالم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سلطان علاء الدین کے زمانے میں دو مرتبہ دہلی تشریف لائے۔ سلطان علاء الدین باوجود یہ کہ آشوب چشم میں مبتلا تھا مگر حضرت کے استقبال کے لیے سوار ہو کر گیا اور نہایت اعزاز کے ساتھ ان کو شہر میں لایا۔

(جمالی، سیر العارفین، صفحہ ۲۰۱)

سلطان علاء الدین اپنے رعب و جلال کے باوجود ہر دفعہ آپ کے استقبال کو جاتا تھا۔

(مرآۃ الاسرار، شیخ عبد الرحمن چشتی، مترجم کپتان واحد بخش سیال، صفحہ ۸۲۱)

قطب الدین مبارک شاہ کے دور میں شاہ رکن الدین والعالم رحمۃ اللہ علیہ تین بار دار السلطنت دہلی تشریف لائے۔

(تاریخ فرشتہ، محمد قاسم فرشتہ، مترجم عبد الحئ خواجہ، جلد ۳-۴، صفحہ ۷۹۴)

بادشاہ قطب الدین مبارک شاہ کے دور میں جب آپ دہلی تشریف لاتے اکثر وقت حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ صحبت میں گزارتے۔ جب بادشاہ کو ملنے کا ارادہ ہوتا تو اس روز تخت رواں پر سوار ہوتے اور مقام مناسب میں تخت کو ٹھہراتے اور اہل حاجت اپنے عرائض تحریر کر کے تخت پر ڈالتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ قطب الدین مبارک شاہ کے پاس لے جاتے، جب مقدمات خلائق کا تصفیہ ہو جاتا تو شاہ رکن الدین والعالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکان پر تشریف لے جاتے تھے۔(تاریخ فرشتہ، محمد قاسم فرشتہ، مترجم عبد الحی خواجہ، جلد ۳-۴، صفحہ ۹۹۴-۹۹۵)

مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں آپ کا سلطان کے پاس جانا اہل حاجت کی مدد کے لیے ہوتا تھا اس لیے کہ اللہ کے دوستوں کی نیت ہر کام میں خیر کی ہوا کرتی ہے۔(خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری، مترجم محمد ظہیر الدین بھٹی، مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۹۹۴، صفحہ ۸۲)

صاحب مرآۃ الاسرار کے مطابق گویا آپ کا وجود پاک خلقت کے لیے رحمت تھا۔ ہر شخص اپنے استعداد کے مطابق ظاہری و باطنی

فیوض حاصل کرتا تھا(مرآۃ الاسرار، شیخ عبد الرحمٰن چشتی، مترجم کپتان واحد بخش سیال، صفحہ ۸۲۱)

حضرت شاہ رکن الدین والعالم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ پورے خلجی اور تغلق ادوار میں شیخ الاسلام کے منصب پر فائض رہے۔

الختصر حضرت شاہ رکن الدین والعالم ملتانی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری زندگی دین متین کی ترویج اور تبلیغ اسلام میں گزاری۔ آپ نہ صرف اپنے خاندانی روایات اور امانتوں کے امین تھے بلکہ خلق خدا کے لیے ایک مسیحا کا درجہ بھی رکھتے تھے۔ سلاطین سے روابط کا مقصد بھی یہی تھا کہ مخلوق خدا کی دادرسی کروائی جا سکے۔ اپنے عہد کے اہل اللہ سے تعلقات کسی سے پنہاں نہیں۔ حضرت شاہ رکن الدین والعالم رحمۃ اللہ علیہ نسب کے اعتبار سے ہاشمی النسل ہیں۔ اسی وجہ سے جود و سخا، رواداری، مخلوق خدا کی محبت آپ کے مزاج میں شامل تھی۔ حضرت شاہ رکن الدین والعالم ملتانی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے جید خلفاء میں حضرت جلال الدین حسین مخدوم جہانیاں جہان گشت رحمۃ اللہ علیہ (اوچ شریف احمد پور شرقیہ) اور سلطان التارکین حضرت حمید الدین حاکم رحمۃ اللہ علیہ (قلعہ مئو مبارک رحیم یار خاں) شامل ہیں۔

تجارت ذریعہ ءفروغ اسلام: حضرت بہاء الدین زکریاملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا بطور عبد الرحمٰن بن عوف ثانی کے کردار

فہیم اعظم قریشی
سیکرٹری جنرل تنظیم سادات بنی ہاشم (تسبیح) پاکستان

صوفیاء کرام اور تجارت

ایک عمومی تاثر یہ ہے کہ صوفیاء کا مذہب اور طور طریقہ اسلامی تعلیمات کے منافی ہوتا ہے اور وہ ترک دنیا کی تعلیمات کو فروغ دیتے ہیں جبکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ اخلاق ہے اور دُنیا میں رہ کر معاملات کو انجام دینے کا نام ہے۔ عام آدمی تصوف سے مراد چند رسومات کو لیتے ہیں جن میں کچھ جعلی پیروں اور عاملوں کا بڑا عمل دخل ہے۔ اور ایک تاثر یہ بھی ہے کہ امیر آدمی یا صاحب اقتدار لوگ مذہب سے دُور، دُنیا کے پجاری ہوتے ہیں اور ان کا کوئی علمی مقام بھی نہیں ہوتا۔ دوسرے الفاظ میں وہ قرآن اور احادیث کے علم سے بھی نابلد ہوتے ہیں۔

علم وثروت کے حامل صوفیاء: دینی ودنیاوی توازن کی روشن مثالیں

لیکن جب ہم موجودہ دَور اور تاریخ کا بھی مطالعہ کرتے ہیں تو حقائق ہمیں مختلف نظر آتے ہیں۔ ہمیں تاریخ میں بہت بڑے نیک حکمران بھی نظر آتے ہیں اور صوفیاء کے اندر انتہائی متمول شخصیات بھی نظر آتی ہیں۔ اگر ہم نمونے کے طور پر کچھ جید صوفیائے کرام کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں۔ تو ہمیں صورتحال مختلف نظر آتی ہے۔ ان کا ایک دُنیاوی مقام بھی نظر آتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ان کا ایک علمی مقام کا بھی ہے۔ اس میں سب سے بڑی مثال امام لاولیاء حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو کہ اپنے دَور کے بہت بڑے عالم اور فقیہی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بغداد کی جامع مسجد کے امام تھے اور بے شمار کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ ہندوستان میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کو ہی دیکھ لیں جن کی صرف ایک کتاب "کشف المحجوب" ہم تک پہنچ سکی۔ جو ۹۰۰ سال گزرنے کے باوجود آج بھی ایک معتبر کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اور بڑے، بڑے علمائے کرام حضرات اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ یہ کتاب تقریباً ۸۵۰ سال سے زیادہ عرصہ تک دینی مدارس کے نصاب کا حصہ رہی ہے۔

حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا تعلیمی و تبلیغی نظام: علم، تجارت اور تربیتِ دین کا مثالی امتزاج

اگر ہم حضرت بہاءُ الحق بہاءُ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا مطالعہ کریں تو ایک ایسی ہمہ گیر شخصیت سامنے آتی ہے جو بیک وقت شریعت کی عملی تصویر بھی ہیں اور دنیاوی عزت و وقار کے حامل بھی۔ آپ نے حکمرانوں سے تعلقات استوار رکھے مگر ہمیشہ اصلاح و رہنمائی کے جذبے کے ساتھ، نہ کہ مفاد یا جاہ طلبی کے لیے۔ آپ کی پوری زندگی میں اسراف و نمود و نمائش کا شائبہ تک نہیں ملتا۔ آپ کے نزدیک دولت کا مصرف صرف اور صرف فلاحِ انسانیت تھا۔ یہی طرزِ عمل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مطہرہ کا عکس تھا۔

حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ سنتِ نبوی پر عمل پیرا رہتے اور جب مال و دولت جمع ہوتی تو اسے غریبوں، محتاجوں اور مسافروں میں تقسیم فرما دیتے، بالکل اسی طرح جیسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مل کر اپنی بڑی دولت راہِ خدا میں خرچ فرمائی تھی، اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنی دولت کو فقراء و محتاجوں کی خدمت اور دینِ اسلام کی ترویج کے لیے وقف کر دیا تھا۔ جیسا کہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں: ''أنفقت خديجةُ مالها كله في سبيل الله حتى لم يبقَ منه شيء.'' یعنی "حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا سارا مال راہِ خدا میں خرچ کر دیا یہاں تک کہ کچھ باقی نہ رہا۔"

حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل عرصہ حصولِ علم کے لیے عراق، حجازِ مقدس اور وسطی ایشیا کی ریاستوں کا سفر اختیار کیا اور علم کی پیاس بجھانے کے بعد وطن واپس لوٹے۔ واپس آکر ملتان کو اپنا مسکن بنایا اور باقاعدہ ایک عظیم الشان ادارے کی بنیاد رکھی۔ اس ادارے کی تفصیل تقریباً تمام مصنفین نے اپنی کتابوں میں شامل کی ہے، لہٰذا میں اپنی تحریر کو اس کے علمی پہلوؤں تک محدود رکھوں گا۔ اس ادارے کی سب سے اہم خاصیت اس کا نصاب تھا جو موجودہ دَور کے تقاضوں کے عین مطابق تھا۔

اس ادارے کا نصاب تین شعبہ جات پر مشتمل تھا

۱۔ زبان ۲۔ اصولِ تجارت ۳۔ دین کی تربیت

جب اس ادارے کے طلبہ کی تربیت ان بنیادی اُصولوں پر کی گئی، جن میں ایک مخصوص علاقے کی زبان سکھانا اور وہاں کے کلچر کی جانکاری دینا شامل تھا، تو انہیں تربیت کے باقاعدہ عمل سے گزار کر ان علاقوں میں بھیجا گیا۔ جب یہ طالبِ علم وہاں پہنچے تو انہوں نے اپنے کاروباری معاملات اور اخلاقی کردار کے ذریعے مقامی آبادی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ اس طرح ان کے لیے دعوت کا کام آسان ہو گیا اور لوگ بغیر کسی جنگ و جدل کے دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اَصحاب کا پیشہ

تجارت ہمارے پیغمبرِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے تجارت کے پیشے کا انتخاب فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا آنا بھی تجارت ہی کی برکت سے ممکن ہوا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے دَور کی سب سے زیادہ

مالدار خاتون تھیں۔ وہ حضور ﷺ کی ایمانداری، دیانت اور معاملہ فہمی سے بے حد متاثر ہوئیں، لہٰذا آپ رضی اللہ عنہا نے خود ہی نکاح کا پیغام بھیجا۔

حضور نبی رحمت ﷺ نے تجارت کے جو اصول وضع فرمائے، ان میں

ا۔ زیادہ منافع سے پرہیز کرنا،

۲۔ ملاوٹ سے بچنا،

۳۔ ذخیرہ اندوزی نہ کرنا، شامل ہیں۔

آپ ﷺ کے صحابہ نے انہی اصولوں پر عمل کرتے ہوئے اپنے کاروبار کو مضبوط بنیادوں پر آگے بڑھایا۔ بیشتر جلیل القدر صحابہ کرام کا پیشہ بھی تجارت ہی تھا، جن میں نمایاں ناموں میں دو خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ ایک اور عظیم نام حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہے، جو نہ صرف بدری صحابی ہیں بلکہ عشرۂ مبشّرہ میں بھی شامل ہیں، اور آپ صحابۂ کرام میں سب سے امیر ترین شخصیت کے طور پر معروف ہیں۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ترکے میں دولت کی مد میں ۳ ارب ۲۰ کروڑ ۱۰ لاکھ دینار چھوڑے تھے۔ جب ایک دینار گول سونے کا کچھ بھاری سا سکہ ہوتا تھا جو کہ ساڑھے ۴ ماشے کے برابر تھا اور اس وقت ایک ماشہ پاکستانی ۶ یا ۷ ہزار روپے کا ہے۔ ایک ہزار گھوڑے، ایک ہزار اونٹ اور ۱۰ ہزار بکرے، بکریاں اور مویشی اس کے علاوہ تھے۔ مدینے اور اس کے اطراف میں بے شمار زمینیں تھیں، جبکہ آپ کی جائیداد میں سونے کی سلیں تک موجود تھیں۔ آپ کی وفات کے وقت آپ کی چاروں ازواج حیات تھیں اور بیوی کے حصے میں جائداد کا آٹھواں حصہ آتا ہے۔ آپ کی ایک ایک بیوی کے حصے میں دولت کی صورت میں ۴ لاکھ دینار یعنی ۴۰۰ ملین درہم آئے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اسلام سے پہلے بھی تجارت ہی کیا کرتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بہترین دوستوں میں شامل تھے۔ جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو بالکل مفلوک الحال ہو چکے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی مواخات بھی ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے کروا دی۔ آپ نے ان انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے صرف دو سوالات کئے

۱) بازار کہاں ہے؟

۲) کونسے کاروبار کی بازار میں سب سے زیادہ مانگ ہے؟

اس کے بعد سے عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جانوروں کے گلوں میں باندھنے والی گھنٹیوں کا کام شروع کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے کچھ عرصے میں مارکیٹ سے یہودیوں کی اجارہ داری اور قبضہ ختم کروا دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مدینے میں جو مارکیٹ قائم کی تھی آپ وہاں کے چھوٹے تاجروں کو کم منافع اور بلاسود مال بھی فراہم کرتے تھے۔ آپ جو کماتے اس کے دو حصے کر دیتے تھے، ایک دفعہ ۸ ہزار دینار کمائے

تو ۴ ہزار اللہ کے نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔

آپ ﷺ نے پوچھا گھر پر کیا چھوڑا؟ فرمایا اتنا ہی ہے جتنا لے کر آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی، ”اے اللہ! عبد الرحمٰن جو رحمٰن کا تاجر ہے اس کے دونوں مالوں میں جو یہاں لے کر آیا ہے اور جو گھر پر چھوڑ کر آیا ہے اس میں برکت عطا فرما۔“عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے میں مٹی کو بھی ہاتھ لگاتا تھا تو وہ سونا بن جاتی تھی۔

مجموعی طور پر اسلام اور اسلامی معاشرے کا مزاج یہی ہے کہ تجارت اور کاروبار کو فروغ دیا جائے جبکہ نوکری اور غلامی کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا مفہوم ہے کہ رزق کے ۱۰ دروازے ہیں جن میں سے ۹ تجارت میں کھلتے ہیں اور باقی ایک میں دوسرے تمام شامل ہیں۔ لوگ اس بات پر بحث کرتے ہیں کہ اسلام تبلیغ سے پھیلا یا تلوار سے؟

میرا ماننا یہ ہے کہ اسلام تجارت سے پھیلا ہے۔ مسلمان بے انتہا وسیع سوچ کے مالک تھے۔ یہ خود کو ”برانڈ“ بنانا اور ”برانڈ“ کرنا جانتے تھے۔ مسلمانوں نے خود کو کبھی بھی مکہ، مدینہ یا عرب تک محدود نہیں کیا۔ یہ ایران، عراق اور ہندوستان سے ہوتے ہوئے جزائر غرب الہند تک پہنچ جاتے تھے اور اپنا ”برانڈ“ ساری دنیا میں متعارف کرواتے تھے۔ ان کے مقصد اسلام ہوتا تھا اور نتیجے میں پیسہ بھی ملتا تھا۔

یہ کپڑے میں نقص اور عیب بتا کر بیچتے تھے، یہ بارش کے بعد گاہک کو بتاتے تھے کہ بارش کی وجہ سے گندم گیلی ہو گئی ہے اس لئے ہم اس کو اس کی اصل قیمت سے کم پر بیچیں گے۔ یہ معمولی فائدے پر بھی گاہک کو اچھی چیز بیچ دیتے تھے اور بیچا ہوا مال واپس بھی لیتے تھے اور تبدیل بھی کرتے تھے۔

حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے تجارت کی تعلیم کو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کے ماڈل پر چلایا جس سے نہ صرف وسائل کی فراہمی ہوئی بلکے مخلوق خدا کی خدمت ہوئی اور سب سے بڑھ کر دین اسلام کی ترویج انڈونیشاء۔ ملائیشیا اور سماٹرا کے علاقوں تک ہوئی۔ آپ کی خدمات کو آج بھی ان علاقوں کے لوگ سراہتے ہیں۔ لہذا یہ بات بجا طور پر کہی جا سکتی ہے کہ آپ نے نہ صرف صحابہ کرام کی سنت کو اپنایا مگر اس کو آگے بڑھایا اور اس کو اداراتی شکل دی جس سے دین کی ترویج میں مدد ملی۔ آپ کو بجا طور پر عبد الرحمٰن ثانی کہا جا سکتا ہے۔

اور سچا تاجر صدیقوں کا ہم نشین ہوتا ہے "(حدیث مبارکہ ﷺ)

حوالہ جات

- البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج۳، ص ۱۳۳، دار الفکر؛
- سیرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، مولف سید فضل احمد؛
- انوار غوثیہ، مولف مخدوم حسن بخش؛
- حضرت بہاء الدین زکریا—نور احمد خان فریدی

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور معاشرے پر ان کے اثرات

ڈاکٹر محمد نور

PhD Scholar :NCBA &E MULTAN

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات اور فکری پس منظر

حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سہروردیہ سلسلہ کے بانی اور ایک عظیم صوفی بزرگ تھے جن کی روحانی اور سیاسی بصیرت نے تیرہویں صدی عیسوی میں جنوبی ایشیا کی تاریخ کو ایک نیا رُخ دیا۔ آپ کی ولادت ۱۱۷۰ عیسوی میں موجودہ پنجاب، پاکستان کے ایک گاؤں کوٹ کروڑ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا وجیہہ الدین سے حاصل کرنے کے بعد، آپ نے مزید علمی جستجو کے لیے خراسان اور بخارا کا سفر کیا، جہاں آپ نے اس دور کے جید علماء سے حدیث، تفسیر، فقہ اور منطق جیسے علوم میں مہارت حاصل کی۔(۱)

اپنے علمی سفر کو جاری رکھتے ہوئے، آپ بغداد پہنچے، جو اس وقت اسلامی دنیا کا ایک اہم مرکز تھا۔ یہاں آپ کی ملاقات سہروردیہ سلسلہ کے عظیم رہنما شیخ شہاب الدین عمر سہروردی سے ہوئی۔ شیخ شہاب الدین نے آپ کی غیر معمولی روحانی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے آپ کو صرف سترہ دن کی قلیل مدت میں خلافت سے نوازا اور آپ کو برصغیر پاک و ہند کی طرف روانہ کیا، خاص طور پر ملتان کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنانے کا حکم دیا۔ یہ واقعہ خود تصوف کی تاریخ میں غیر معمولی حیثیت رکھتا ہے اور حضرت زکریا کی غیر معمولی قابلیت کا ثبوت ہے۔(۲)

ملتان پہنچ کر، جہاں پہلے ہی شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ جیسے صوفیاء موجود تھے، حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عملی، متحرک اور اعتدال پسند تصوف کی بنیاد رکھی۔ آپ کا فکری پس منظر قدیم صوفیانہ روایات، علم کلام، اور فقہ کے دقیق مطالعے پر مبنی تھا، جس نے آپ کی تعلیمات کو روحانیت کے ساتھ ساتھ دنیاوی معاملات میں بھی ایک ٹھوس اور حقیقت پسندانہ شکل دی۔

سہروردیہ سلسلہ کی تعلیمات اور مالیاتی فلسفہ

حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات میں سب سے نمایاں پہلو دنیاوی معاملات اور روحانیت کے درمیان ایک صحت مند توازن قائم کرنا تھا۔ یہ چیز انہیں چشتیہ سلسلہ کی اُس وقت کی روایت (جو ترک دنیا اور فاقہ کشی پر زور دیتی تھی) سے ممتاز کرتی ہے۔ سہروردیہ

سلسلہ، جس کی آپ نے ہند میں بنیاد رکھی، مال کمانے کو ناجائز یا روحانی ترقی میں رکاوٹ نہیں سمجھتا تھا، بلکہ اسے خدمت خلق اور اسلامی معاشی انصاف کے لیے ایک ذریعہ قرار دیتا تھا۔(۳)

حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا فلسفہ یہ تھا کہ ایک صوفی اور ولی کو صرف توکل (اللہ پر بھروسہ) ہی نہیں، بلکہ کسب (کسب معاش) کو بھی فرض سمجھنا چاہیے، تاکہ وہ اپنے معاملات میں کسی بادشاہ یا امیر کا محتاج نہ ہو۔ آپ خود ایک بڑے تاجر اور زمیندار تھے اور آپ کے مریدین میں بڑی تعداد میں تاجر شامل تھے جو آپ کے مال کو دنیا کے مختلف حصوں میں تجارت کے لیے لے جاتے تھے۔ اس دولت کو ذاتی عیش و عشرت کے بجائے، آپ نے اپنی خانقاہ کو ایک علمی، روحانی اور سماجی فلاحی مرکز میں تبدیل کرنے کے لیے استعمال کیا۔ ایک درویش جو غریب اور نادار ہو، وہ لوگوں کے لیے بوجھ بن جاتا ہے۔ اصل درویش وہ ہے جو خود بھی کما کر کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے، تاکہ اس کا دل حکمرانوں کے احسان سے بے نیاز رہے۔"(۴) آپ کا یہ نقطہ نظر برصغیر میں معاشی اخلاقیات (Economic Ethics) کی بنیاد بنا۔ آپ نے دولت کو ذخیرہ اندوزی (Hoarding) کے بجائے گردش (Circulation) میں رکھنے کی تعلیم دی، تاکہ غربت کا خاتمہ ہو۔

تعلیمات کے اہم نکات (Key Tenets)

- **معاشی انصاف اور دولت کا استعمال** آپ کی سب سے اہم تعلیم یہ تھی کہ دولت کا حصول جائز ہے، بشرطیکہ اس کا ذریعہ حلال ہو اور اس کا استعمال صالح ہو۔ آپ اپنی خانقاہ میں ہر غریب و امیر کو پناہ دیتے، لنگر خانہ چلاتے اور ہر سال مریدین کی زکوۃ اور اپنی ذاتی تجارت سے حاصل شدہ آمدنی کا ایک بڑا حصہ غریبوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اس عمل نے آپ کو ایک روحانی رہنما کے ساتھ ساتھ سماجی تحفظ کے ایک بڑے ادارے کا سربراہ بنا دیا۔
- **اعتدال پسندی اور شریعت کی پابندی** شیخ زکریا کی تمام تعلیمات شریعت اسلامی پر پختہ یقین اور عمل سے شروع ہوتی ہیں۔ انہوں نے شطحیات (نامناسب صوفیانہ بیانات) اور بے لگام وجد کی مخالفت کی اور اس بات پر زور دیا کہ تصوف دراصل شریعت کا باطنی پہلو ہے۔ ان کے نزدیک روحانی ترقی کے لیے تمام فرائض کی ادائیگی ضروری تھی۔(۵)
- **حکمرانوں سے تعلقات اور سیاسی اثر** حضرت زکریا رحمۃ اللہ علیہ ان چند صوفیاء میں سے تھے جنہوں نے سیاسی عمل سے لاتعلقی نہیں برتی۔ آپ کا ماننا تھا کہ اگر حکومتیں نیک ہوں تو معاشرہ فلاح پاتا ہے۔ آپ کے ملک کے بادشاہوں، خاص طور پر سلطان التمش، سے قریبی اور بعض اوقات متصادم تعلقات بھی رہے۔ آپ نے علانیہ طور پر ناانصافی کی مخالفت کی اور غریبوں کے حقوق کے لیے حکمرانوں کو براہ راست خطوط لکھے۔(٦) یہ عمل ہندوستان میں روحانی طاقت کے ذریعے سیاسی طاقت کو جوابدہ ٹھہرانے کی بنیاد بنا۔
- **تبلیغ اور اسلام کی ترویج** آپ نے اسلام کی تبلیغ کا کام بہت حکمت اور اعتدال کے ساتھ کیا۔ آپ کا طریقہ جبری تبدیلی مذہب کے بجائے مثالی کردار کے ذریعے لوگوں کے دلوں کو فتح کرنا تھا۔ آپ کی کرامات اور آپ کی خانقاہ کا بے غرض نظام لوگوں کو اسلام کی طرف

راغب کرنے میں ایک طاقتور ذریعہ بنا۔ ملتان اور سندھ کے علاقوں میں اسلام کی جڑیں مضبوط کرنے میں آپ کا کردار کلیدی ہے۔

معاشرتی اثرات سیاسی، معاشی اور ثقافتی کردار

حضرت بہاء الدین زکریا کے اثرات صرف خانقاہ کی حد تک محدود نہیں تھے بلکہ انہوں نے ملتان کی سماجی، سیاسی اور معاشی زندگی کو مکمل طور پر بدل دیا۔ ملتان بطور معاشی گیٹ وے آپ کی سرپرستی میں ملتان بین الاقوامی تجارت کا ایک اہم مرکز بن گیا۔ ایران، وسطی ایشیا اور جنوبی ہندوستان کے تجارتی راستے آپ کی خانقاہ کے ذریعے کنٹرول ہوتے تھے۔ یہ ایک روحانی اتھارٹی کے تحت ایک متوازی، اخلاقی معاشی نظام قائم کرنے کی نادر مثال تھی۔

صوفیانہ سیاسی قوت ان کے اثر ورسوخ کی وجہ سے ملتان کی دفاعی اور سیاسی حیثیت مضبوط ہوئی۔ مقامی حکمران اور گورنر آپ کے مشورے کے بغیر اہم فیصلے نہیں لیتے تھے۔ یہ اثر بعض اوقات سیاسی مزاحمت کی شکل بھی اختیار کرلیتا تھا، جیسا کہ قاضی القضاۃ کو ناانصافی پر معزول کروانے کے واقعات سے ظاہر ہے۔ علمی ورثہ آپ کی خانقاہ ایک عظیم مدرسہ بھی تھی جہاں ہزاروں طلباء نے اسلامی علوم حاصل کیے۔ اس تعلیمی مرکز نے برصغیر کو بڑے علماء اور فقہاء فراہم کیے، جو آپ کے علمی ورثے کو آگے لے گئے۔

نتیجہ حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ایک جامع شخصیت کے مالک تھے، جنہوں نے روحانیت کو عزلت نشینی سے نکال کر معاشرتی ذمہ داری اور معاشی فعالیت سے جوڑا۔ ان کی تعلیمات نے ایک ایسا روحانی ماڈل دیا جو دنیاوی کامیابی اور اخلاقی پاکیزگی کے درمیان ہم آہنگی قائم کرتا ہے، اور برصغیر کے لیے ایک عملی صوفیانہ روایت کی بنیاد رکھتا ہے۔

حوالہ جات

- غلام مصطفیٰ قریشی، سوانح شیخ بہاءُالدین زکریا ملتانی (ملتان مکتبہ زکریا، ۱۹۹۹) ۳۴-۳۶.
- اختر حسین راوی، "سہروردیہ کی روحانی اور معاشی حکمت عملی، تحقیقی جریدہ اسلامیہ ۲۵، شمارہ ۳ (۲۰۱۵) ۸۸
- محمد سلیم، صوفی تحریکیں اور ان کا معاشی اثر (کراچی سٹی پبلیکیشنز، ۲۰۰۵)، ۱۱۲.
- قریشی، سوانح شیخ بہاءُالدین زکریا ملتانی، ۱۵۰.
- راوی، سہروردیہ کی روحانی اور معاشی حکمت عملی، "۹۲
- سلیم، صوفی تحریکیں اور ان کا معاشی اثر، ۱۱۸-۱۱۹.

Bibliography(کتابیات)

قریشی، غلام مصطفی سوانح شیخ بہاءُالدین زکریا ملتانی۔ ملتان مکتبہ زکریا، ۱۹۹۹.

راوی، اختر حسین۔ سہروردیہ کی روحانی اور معاشی حکمت عملی تحقیقی جریدہ اسلامیہ ۲۵، شمارہ ۳ (۲۰۱۵) ۸۵-۱۰۵.

سلیم، محمد۔ صوفی تحریکیں اور ان کا معاشی اثر۔ کراچی سٹی پبلیکیشنز، ۲۰۰۵.

برصغیر میں سلسلہ قادریہ کے اوّلین پیشوا الشیخ المخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد حسین آزاد

مخدوم عبد الرشید حقانی قادری رحمۃ اللہ علیہ برصغیر میں سلسلۂ قادریہ کے بانی و اوّلین مبلغ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ شیخ احمد غوث کے فرزند تھے اور ایک روحانی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔ والد کے حکم پر آپ ملتان تشریف لائے اور ایک مدرسہ قائم کیا جو بعد میں "مدرسہ بہائیہ" کے نام سے معروف ہوا اور عالم اسلام کی عظیم دینی درسگاہ بن گیا۔ سفرحج کے دوران آپ نے مکہ و مدینہ میں قیام فرمایا، جہاں کمال الدین یمانی جیسے جلیل القدر علما سے استفادہ کیا اور خدمتِ کعبہ کی سعادت حاصل کی۔ مدینہ منورہ میں روحانی الہام کے ذریعے آپ کو شاہ ہمدان کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم ملا، جہاں آپ نے سید امیر علی ہمدانی، جو شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب خلیفہ تھے، کے ہاتھ پر بیعت کی اور قادریہ خلافت کی چادر عطا پائی۔

ملتان واپسی پر آپ نے ایک روحانی و علمی بستی آباد کی جو اولیا، علما، شعرا، فقہاء اور مفکرین کی آماجگاہ بن گئی۔ قطب الاقطاب کے لقب سے معروف، آپ نے روحانیت کے ساتھ سماجی و معاشی اصلاحات بھی نافذ کیں۔ آپ نے زراعت کو فروغ دیا، نہریں نکلوائیں، کنویں کھدوائے، اسپتال اور تعلیمی مراکز قائم کیے۔ تعلیم، صحت اور اخلاقی تربیت کو مربوط کیا اور صنفی مساوات، اقلیتوں کی شمولیت اور بین الثقافتی ہم آہنگی کو فروغ دیا۔ آپ کی اصلاحات نے خانقاہی نظام میں معاشی استحکام اور تہذیبی احیا کی بنیاد رکھی، جس کے اثرات آج تک قائم ہیں۔

مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ نسباً قریشی ہاشمی، مذہباً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔ آپ کے آباء عرب کے سردار تھے۔ آپ کا شجرہ نسب قریش عرب کے بالاتفاق حاکم و سردار قصی بن کلاب سے جا ملتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قصی اوّلین عرب سردار ہیں جنھوں نے بنی بکر اور بنو خزاعہ کو بزور شمشیر نکال کر مکہ کی سربراہی کا شرف حاصل کیا۔ منتشر قریش قبائل کو یکجا کر کے مکۃ المکرمہ میں آباد کیا اور مجمع کہلائے۔ اپنے خاندان کے مکانات کعبۃ اللہ کے اردگرد تعمیر کیے۔ بیت اللہ کی تولیت، حجابۃ، سقایۃ، رفادہ، دار الندوہ اور لواء جیسے جملہ اُمور اور شہر مکہ کے مکمل اختیارات آپ کو حاصل تھے۔(۱) ابن سعد نے بحوالہ حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ لکھا ہے کہ مکہ کے جملہ قریش قبائل آپ کے گرد جمع ہو گئے اور قریش کہلانے لگے۔(۲)

ابن جریر طبری جو روایت بحوالہ عبد الملک بن مروان اپنی کتاب میں لائے ہیں کہ انھوں نے جبیر بن مطعم سے قریش کے بارے

میں استفسار کیا تو انھوں نے کہا کہ جب منتشر قریش قبائل حرم کعبہ میں جمع ہوئے تو اس اجتماع کو تقرش کا نام دیا گیا اور یہ کام قصی نے انجام دیا اور قصی ہی اوّلین قریشی سردار کہلائے اور عرب قوم نے بالاتفاق آپ کی سیادت وحاکمیت کو صدق دل سے تسلیم کیا۔(۳)

سیّدنا عبد المطلب سے جب قریش کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا مجھے یہ علم تو نہیں کہ قریش نام کب پڑا البتہ میں نے یہ ضرور سنا ہے کہ قصی کو عرب لوگ قریش کہا کرتے تھے اور اس سے قبل قریش نام نہیں پڑا تھا۔(۴)

قصی نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جدید اصلاحات نافذ کیں۔ دارالندوہ کے نام سے ایک پارلیمنٹ قائم کرکے شورائی نظام متعارف کرایا جس کے ذریعے تمام فیصلے مشاورت سے کیے جاتے۔ عرب کے قریش قبائل اپنے معاملات سردار قصی کے علم میں لاتے اور ان کے احکامات کی پیروی کرتے۔ قصی کی وفات کے بعد بھی ان کی اصلاحات اور قائم کردہ شورائی نظام جاری رہا یہاں تک کہ پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد ﷺ نے بھی ان کے بعض اقدامات کو برقرار رکھا۔(۵) حضرت سیّد جلال بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کریم شاہ رکن الدین عالم قریشی رحمۃ اللہ علیہ کا نسب نامہ پڑھتے تو فخریہ انداز میں فرماتے کہ میرے شیخ طریقت کا خاندان عرب کے سرداروں اور شرفاء کا خاندان ہے اور قریش عرب کے ممتاز وافضل سردار ہیں۔(۶)

احمد بن یحیٰی بلاذری (م۲۷۹ھ) نے لکھا ہے کہ مجھے خشرم بن مالک کی اولاد میں سے کسی نے بتایا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے الجبال (خوارزم) بطور جاگیر حضرت عبد الرحمٰن کو عطا فرمایا تھا۔ اس جاگیر میں رہائش بنوامیہ کے آخری حکمران مروان ثانی کے زمانے میں رکھی۔ عبد الرحمٰن اور ان کی اولاد تو مکہ میں ہی مقیم رہی لیکن کچھ عرصہ بعد عبد الرحیم بن عبد الرحمن کے بیٹے امیر تاج الدین المطرف جب مسند نشین ہوئے تو آخری حکمران مروان ثانی الحمار (م۱۳۲ھ) نے ان سے جبراً بیعت لینا چاہی لیکن وہ ٹالتے رہے کیونکہ وہ ابراہیم بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے بیعت کر چکے تھے۔ جب ابراہیم بن محمد عباسی بنوامیہ کے ہاتھوں مارے گئے(۷) تو امیر تاج الدین مکہ چھوڑ کر خراسان اپنی جاگیر "الجبال" آ گئے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ابو مسلم خراسان میں عباسیوں کا علم بلند کر چکے تھے اور ان کا طوطی بول رہا تھا۔(۸) امیر تاج الدین المطرف کی اولاد نے بقیہ وقت اپنی جاگیر "الجبال" میں گزارا یہاں تک کہ آپ کے خاندان کے سلطان حسین محمود غزنوی کے لشکر کے ہمراہ دریائے سندھ کے کنارے کوٹ کروڑ آ کر آباد ہو گئے۔ سلطان حسین کے بیٹے قاضی شمس الدین علی لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔(۹)

منبع البرکات کی روایت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس خانوادہ کے سلطان حسین سب سے پہلے یہاں تشریف لائے لیکن مولانا حامد بن فضل اللہ جمالی اور مفتی غلام سرور قادری کی تحقیق کے مطابق اس خانوادے کے اوّلین فرد کمال الدین ابو بکر علی قریشی ہیں جو مکہ سے خوارزم اور وہاں سے کوٹ کروڑ آئے۔(۱۰)

اس اشکال کی تطبیق یوں کی جا سکتی ہے کہ ممکن ہے کہ امیر تاج الدین المطرف کی اولاد سندھ میں آ کر قیام پذیر ہو گئی ہو اور سلطان

محمو غزنوی کے سندھ پر حملہ آور ہونے کے وقت حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی کے جد امجد کمال الدین علی شاہ سلطان کے ہمراہ آئے ہوں اور کوٹ کروڑ انھیں قضاء کے عہدے پر فائز کر دیا گیا ہو۔ یہ بات درست ہے کہ حضرت کمال ال الدین ابو بکر علی کوٹ کروڑ کے قاضی رہے۔ ان کے بعد جلال الدین اور ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے شیخ ابو بکر قاضی مقرر ہوئے اور تادم آخر اس منصب پر کام کرتے رہے۔ شیخ کمال الدین ابو بکر کے دو صاحبزادے محمد غوث اور احمد غوث ہوئے۔ حضرت بہاء الدین ابو محمد زکریا کی ولادت ۵۶۶ھ میں وجیہ الدین محمد غوث کے ہاں ہوئی۔ آپ کی والدہ سیّد حسام الدین ترمذی مقیم کوٹ کروڑ کی صاحبزادی بی بی فاطمہ تھیں۔

حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی کمال الدین ابو بکر کے دوسرے بیٹے احمد غوث کے گھر ۵۶۹ھ میں پیدا ہوئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت احمد غوث کو مزید اولاد مخدوم عبد الرحمن، مخدوم طاہر عرف بگا شیر، مخدوم شیخ سادھن، مخدوم موسیٰ نواب، مخدوم راول دریا عرف ڈھڈالال، مخدوم فقیر علی عرف قلل فقیر اور مخدوم فقیر علی عرف ملاں فقیر ہوئے۔ (۱۱)

مولانا نور احمد فریدی نے اوّلین پانچ بیٹوں کا نام لکھا ہے۔ آخری دو بیٹوں کا نام ان کی کتاب میں موجود نہیں۔ حضرت بہاء الدین زکریا کے والد مکرم شیخ وجیہ الدین محمد غوث ۵۷۷ھ میں وصال فرما گئے۔ ان کی وفات کے بعد تمام ذمہ داری حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی کے والد مکرم احمد غوث پر آن پڑی۔ ابو محمد زکریا اور مخدوم عبد الرشید حقانی دنوں کی تعلیم و تربیت کا فریضہ شیخ احمد غوث نے ادا کیا۔ حضرت بہاء الدین زکریا نے تحصیل علم کی خاطر خراسان، ہرات اور بخارا کا سفر اختیار کیا۔ آپ کی عدم موجودگی میں گھر کے تمام معاملات آپ کے سپرد تھے۔ آپ کے والد شیخ احمد غوث نے آپ کی شادی بہاء الدین زکریا کی ہمشیرہ بی بی کمال خاتون سے کر دی۔ ان کے بطن سے شیخ ابو بکر اور شیخ محمد پیدا ہوئے۔ مخدوم ابو بکر کی زیادہ اولاد دنیاپور میں سکونت پذیر ہے۔ مخدوم محمد کی اولاد مخدوم رشید میں آباد ہے۔ مخدوم حسن کی اولاد کہروڑپکا اور مخدوم عالی اور مخدوم صدرالدین ایوب قتال کی اولاد کا زیادہ حصہ مخدوم رشید اور تھوڑا حصہ میلسی میں رہائش پذیر ہے۔ (۱۲)

آپ اپنے اہل و عیال سمیت کوٹ کروڑ سے ملتان آگئے اور پُرہلاد مندر کے ساتھ جہاں حضرت بہاء الدین زکریا کا مزار ہے یہاں درسگاہ قائم کر کے تدریس کا آغاز کیا جو بعد میں مدرسہ بہاء الدین کے نام سے پورے عالم اسلام میں مشہور ہو گیا اور دنیا بھر سے طلب علم کے لیے لوگ آنے لگے۔ آپ قرآن و حدیث، تفسیر اور فقہ و تصوف سمیت تمام علوم پڑھانے لگے۔ علم مناظرہ بطور خاص پڑھاتے۔ ایک روز آپ کسی مسئلے میں بحث و تمحیص میں مصروف رہے اور تھکاوٹ کی بنا پر آپ کی آنکھ لگ گئی۔ آپ کے والد مکرم نے عالم غنودگی میں فرمایا" کل تمھارے چچازاد بھائی ابو محمد زکریا واپس پہنچ جائیں گے۔ تم اپنی ہمشیرہ کا نکاح ان سے کر دینا اور خود حرمین شریفین چلے جانا۔ حضرت بہاء الدین زکریا بغداد میں اپنے شیخ طریقت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کی خدمت میں تھے۔ آپ کے مرشد کریم نے آپ کو فرمایا کہ ملتان جاؤ اور اسے اپنا مسکن بنا کر مخلوق خدا کو فیض پہنچاؤ۔ آپ اپنے مرشد کریم کے حکم پر وہاں سے ملتان کے لیے چل پڑے۔ (۱۳)

جب حضرت بہاء الدین زکریا ملتان پہنچے تو مخدوم عبد الرشید حقانی نے آپ کا پُرتپاک استقبال کیا۔ اپنے والد مکرم کی فرمان کے

مطابق اپنی ہمشیرہ کا نکاح حضرت بہاء الدین زکریا سے کرنے کے بعد تمام ذمہ داریاں ان کے حوالے کیں اور اجازت لے کر حرمین شریفین عازم سفر ہوئے۔ کمال الدین یمنی کی صحبت میں وقت گزارتے اور ان سے علوم سیکھتے۔ سالہا سال حرمین شریفین میں عبادت و ریاضت اور بیت اللہ کی مجاوری میں گزارنے کے بعد واپس ملتان لوٹے۔ شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا نے آپ کا محبت سے استقبال کیا۔ اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور تمام معاملات آپ کے علم میں لا کر آدھی حصے کی جائداد اور زمینیں آپ کے حوالے کر دی۔ آپ نے سب جائداد غریبوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کر دی۔ دامن جھاڑ کر اٹھے اور دریائے راوی کے کنارے خس و خاشاک کی جھونپڑی بنا کر وہاں اللہ کی یاد میں مصروف ہو گئے۔

شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا آپ کے پاس جاتے اور فرماتے کہ تمھارے اتنے سارے اہل و عیال ہیں وہ کیا کریں گے اور کہاں جائیں گے۔ آپ نے سب کچھ بانٹ دیا ہے یہ کہاں سر چھپائیں گے۔ آپ نے فرمایا" میں نے کچھ زمین خرید لی ہے۔ اِن شاء اللہ وہاں گزر بسر ہو جائے گا۔ اپنے زہد و ورع، جود و سخا، صدق و صفا اور عدل و انصاف جیسے اوصاف حمیدہ کی وجہ سے حقانی کے لقب سے شہرت اختیار کی۔ اولاد علی گیلانی کے بقول آپ نے تین سال اپنے مرشد کی خدمت میں گزارے اور انہی کے حکم پر وہاں سے ملتان آئے اور اپنے اہل و عیال اور عزیز و اقارب کو لے کر اپنی زمین پر پہنچے جو آپ نے تاج دین مڑل سے خرید کی تھی۔ وہاں رہائش کے لیے مکانات بنائے اور زمین اپنے اہل و عیال و متوسلین اور عزیز اقارب میں بانٹ دی تا کہ وہ اسے کاشت کر کے گزر اوقات کر سکیں اور خود ایک حجرہ بنا کر اس میں رہنے لگے۔ یہ جگہ آپ کے نام سے موسوم ہو کر مخدوم رشید کہلانے لگی۔ جاوید ہاشمی نے اپنی کتاب میں ایک منفرد بات کہی ہے کہ حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی کا آباد کردہ یہ قصبہ پاکستان کے عام قصبوں کی مانند ہے۔ یہاں نہ کوئی جاگیر دار رہتا ہے اور نہ ہی کسی وڈیرے کا یہاں کوئی ڈیرہ ہے۔ اس قصبے کو آباد ہوئے ہزار برس گزر چکے ہیں لیکن شاید ہی یہاں کوئی قتل ہوا ہو یا ازدواجی زندگی میں کوئی طلاق ہوئی ہو۔(۱۴)

مخدوم عبد الرشید حقانی نے پہلی شادی کے بعد دوسرا نکاح ناصر الدین محمود کی بیٹی سے تیسرا رائے لُونا کی دختر سے اور چوتھا نکاح مڑل قوم میں کیا۔ پہلی شادی سے مخدوم ابو بکر اور مخدوم محمد ہوئے۔ ناصر الدین محمود کی صاحبزادی کے بطن سے مخدوم حسن اور رائے لُونا کی بیٹی سے مخدوم صدر الدین قتال رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔ آپ کے پوتے حضرت ایوب قتال رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ دنیا پور سے جانب شرق ۵ کلو میٹر کے فاصلے پر دو کوٹہ روڈ پر واقع ہے۔ مخدوم حسن کی خانقاہ کہروڑ پکا میں ہے۔ مخدوم ابو بکر اور مخدوم محمد اپنے والد مکرم کے ساتھ مخدوم رشید مدفون ہیں۔ حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی کی قبر انور پہلے کچی تھی اور آپ کی خواہش بھی یہی تھی کہ میری قبر کچی رہے لیکن اب آپ کے تصرف سے منفرد طرز تعمیر کا عالیشان روضہ تعمیر ہو چکا ہے۔ مزار کے ساتھ ہی جانب مشرق مسجد ہے جو عالم اسلام میں اس طرز تعمیر کی اوّلین پانچ گنبدوں والی مسجد ہے۔(۱۵)

حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی کی نسبت بیعت بھی کاملین میں زیر بحث رہی ہے۔ آپ کے چچازاد بھائی نے شیخ الشیوخ شہاب الدین

عمر سہروردی کے سلسلے میں بیعت کی اور آپ قادریہ سلسلے میں کیوں کر بیعت ہوئے؟ دوسرا یہ کہ آپ کے خاندان اور اوراد و اسباق میں شاہ ہمدان سیّد علی ہمدانی کا نام پڑھا جاتا ہے اور عام حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کشمیر والے سیّد علی ہمدانی ہیں جبکہ امیر کبیر سیّد علی ہمدانی کی ولادت ۷۱۳ھ میں اور وصال ۷۸۶ھ میں ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مخدوم عبد الرشید حقانی (۵۶۹۔۶۶۹ھ) کے وصال کے ۴۵ برس بعد آپ پیدا ہوئے۔ دوسری اہم بات یہ ہے امیر کبیر سیّد علی ہمدانی کا قادریہ سلسلہ بھی نہیں رکھتے تھے۔ تو یقیناً یہ کوئی اور سیّد علی ہمدانی ہے جو قادریہ سلسلہ بھی رکھتا ہے اور مخدوم عبد الرشید کا معاصر بھی ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے سلسلہ قادریہ، اس کے بانی اور خلفاء کا تعارف ضروری ہے تاکہ ہم جان سکیں کہ ممکن ہے ان میں کوئی سیّد علی ہمدانی ہو جس سے آپ نے بیعت کی ہو۔

سلسلہ قادریہ کے بانی سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی، قطب ربانی، شہباز لامکانی (۴۷۰۔۵۶۱ھ) ہیں۔ آپ حسنی حسینی نجیب الطرفین سیّد تھے۔ ۴۸۸ھ میں مستظہر باللہ کے عہد (۴۸۷۔۵۱۲ھ) میں تحصیل علم کی خاطر اسلام کے مرکز بغداد پہنچے اور اسی سال امام غزالی بغداد سے کوچ کر گئے۔ (۱۶) وقت متبحر علماء سے اکتساب فیض کیا جن میں ابو الوفا علی بن عقیل (م ۵۱۳ھ)، محفوظ الکلوزانی، ابو الحسن بن قاضی ابی یعلیٰ، اور قاضی ابو سعید المخرمی (م ۵۱۳ھ) سے فقہ سیکھی۔ (۱۷)

علم حدیث محمد بن حسن باقلانی ابو سعید محمد بن عبد الکریم ابو الغنائم محمد بن علی بن میمون الفرسی، ابو بکر احمد بن مظفر، جعفر بن احمد بن حسین القاری السراج مصنف مصارع العشاق ابو القاسم علی بن احمد بن بنان الکرخی، ابو طالب عبد القادر بن محمد بن یوسف، عبد الرحمن بن احمد ابو لبرکات ہبۃ اللہ ابن المبارک ابو العز محمد بن المختار، ابو غالب احمد ابو عبد اللہ یحییٰ، ابو الحسن بن مبارک، ابو منصور عبد الرحمن اور ابو البرکار طلحہ سے پڑھی۔ (۱۹) علم ادب و باطن کی تعلیم ابو زکریا یحییٰ بن علی التبریزی (۲۰) اور شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب الہمدانی متوفی ۵۳۵ھ سے حاصل کی۔ (۲۱) اور اس کی تکمیل حضرت ابو سعید المخرّمی کے دست اقدس پر عملی بیعت کرنے پر ہوئی۔ (۲۲)

شیخ عبد الحق محدّث دہلوی نے آپ کی بیعت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا "میں گیارہ برس ایک برج میں خلوت نشین رہا۔ میرے طویل قیام کی وجہ سے لوگوں نے اسے برج عجمی کہنا شروع کر دیا۔ میں نے اپنے معبود حقیقی سے عہد کیا کہ اس وقت تک کچھ نہیں کھاؤں پیوں گا جب تک مجھے کھلایا پلایا نہ جائے۔ پھر ایسا ہوا کہ ایک شخص آیا اور میرے سامنے کھانا رکھ کر چلا گیا۔ میں اپنے عہد کی بنا پر اس کھانے کو ہاتھ نہ لگایا۔ اس کے بعد حضرت ابو سعید المخرّمی ادھر آئے اور مجھے اپنے ساتھ باب ازج اپنے مدرسے میں آنے کا کہا لیکن میں نہ گیا۔ پالآخر حضرت خضر تشریف لائے اور مجھے ان کے پاس جانے کے لیے کہا تو میں ان کے پاس چلا گیا۔ انھوں نے مجھے کھلایا پلایا اور خرقہ پہنایا۔ (۲۳) سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا سلسلہ طریقت مولانا جامی نے نفحات الانس میں شجرہ طریقت ابو بکر شبلی تک لکھا ہے۔ علامہ یحییٰ التادفی نے مکمل لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

"ابو محمد عبد القادر جیلی ابو سعید المخرّمی ابو الحسن علی محمد القرشی ابو الفرح الطرطوسی عبد الواحد تمیمی ابو بکر شبلی ابو القاسم جنید بغدادی سری سقطی

معروف کرخی داؤد طائی حبیب عجمی حسن بصری امیر المؤمنین علی بن ابی طالب۔(۲۴)

آپ کے شیخ طریقت حضرت ابو سعید المخرمی نے اپنا مدرسہ آپ کے حوالے کر دیا۔ ۵۲۱ھ میں آپ نے وعظ کا آغاز کیا۔ ۵۲۸ھ میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اس دوران اپنے مدرسے میں ایک رباط قائم کی جس میں آپ اپنے مریدین کی تربیت فرماتے اور انھیں سلوک کی منازل طے کراتے۔ سلوک و تربیت کے وہ قواعد و ضوابط جنھیں شیخ جیلانی محبوب سبحانی نے معیّن فرمایا وہ در حقیقت سلسلہ قادریہ کی بنیاد بنے۔(۲۵) مدرسہ قادریہ میں یہ قائم رباط اس عہد میں ایک عظیم خانقاہ کا درجہ رکھتی تھی۔ اس خانقاہ میں آپ اپنے عقیدت مندوں کو قادریہ سلسلے میں بیعت کرتے، ان کی تربیت فرماتے اور انھیں خرقہ پہناتے تھے۔ سلسلہ قادریہ میں بیعت کا مطلب یہ ہوتا کہ مرید نے اپنا ارادہ اور اپنی تمام خواہشات کو اپنے شیخ طریقت کے حوالے کر دیا ہے۔(۲۶)

سلسلہ قائم کرتے وقت شیخ جیلانی نے فرمایا کہ میں اس طریقے کی بنیاد رکھ رہا ہوں جس پر نبی کریم ﷺ ان کے صحابہ اور تابعین رہے۔(۲۷) میری خواہش اگرچہ یہ تھی کہ میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کروں اور صحراؤں میں تنہا رہوں۔ نہ مجھے کوئی دیکھے اور نہ ہی میں کسی کو دیکھوں لیکن مشیت ایزدی یہ تھی کہ میرے ذریعے اللہ کی مخلوق کو فیض پہنچے۔(۲۸)

قادریہ سلسلے کی اساس اطاعت اللہ، اطاعت رسول اللہ اور اور خدمت مخلوق اللہ پر مبنی ہے۔ قادریہ سلسلے کے یہ تینوں اساسی اصول ایک دوسرے سے جڑے ہوئے اور لازم و ملزوم ہیں۔ اللہ کی اطاعت کے بعد اللہ کے رسول کی اطاعت کو لازم سمجھا جاتا ہے اور ان دونوں کی تکمیل خدمت مخلوق کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ بانی سلسلہ فرماتے ہیں کہ پاک ہے وہ ذات جس نے میرے دل میں مخلوق کی خیر خواہی اور اس کی خدمت کا بیج بویا اور اسے میری زندگی کا مقصد بنا دیا۔ میں اللہ کی مخلوق کی خدمت کرنے والا ناصح ہوں اور اس پر کسی قسم کی اجرت کا خواہش مند نہیں ہوں۔ اس کا بدلہ میرے بے نیاز رب کے پاس ہے جو مجھے مل چکا ہے۔(۲۹)

قادریہ سلسلے کو باقی سلاسل تصوف پر ایسے ہی فضیلت حاصل ہے جیسے سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی کو اولیاء پر ہے۔ قادریہ سلسلے کے متعلق یہ بات زبان زد خواص و عام تھی کہ اس کے دامن کرم سے وابستہ مرید سے افضل کوئی نہیں ہو سکتا اور اس سے نسبت رکھنے والا جنتی ہے۔(۳۰) کیونکہ اس میں انوار الٰہی کی چمک ہے۔(۳۱) سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی خود فرماتے ہیں کہ ہمارے ایک انڈے کی قیمت تو مقرر ہے لیکن چوزے کی کوئی قیمت نہیں لگا سکتا۔ ہر مشکل وقت میں میری اعانت کے لیے ایک ایسا اونٹ تیار رہتا ہے جس کا کوئی مدِّ مقابل نہیں اور زمین کے ہر خطے میں ایک ایسا گھوڑا جس پر کسی کو سبقت حاصل نہیں اور ہر لشکر میں ایک ایسا سردار مقرر ہے جس کی حکم سے کسی کو سرتابی کی مجال نہیں اور ہر عہد میں ایک ایسا حکمران متعیّن ہے جسے کوئی معزول نہیں کر سکتا(۳۲) اور مالک لم یزل نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے "لَا یَمُوْتُ اَحَدٌ مِّنْھُمْ اِلَّا عَلٰی تَوْبَةٍ" کہ میرا کوئی مرید توبہ کیے بغیر نہیں مرے گا۔(۳۳)

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ شیخ جیلانی کے یہ اقوال سلسلہ قادریہ کی مقبولیت کا باعث بنے۔ لیکن ابو الحسن ندوی نے کہا کہ حقیقت یہ

ہے کہ آپ کی باکمال شخصیت کے سبب آپ کا جاری کردہ طریقہ قادریہ آپ کی زندگی میں ہی دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ چکا تھا اور لاکھوں افراد آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو چکے تھے۔(۳۴) قادریہ سلسلے کی ترویج و اشاعت میں آپ کی اولاد اور خلفاء کا کردار بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ آپ کی اولاد میں سے سیّدنا عیسیٰ شام اور وہاں سے مصر تشریف لے گئے اور وہاں جا کر سلسلہ قادریہ کی تعلیمات کو فروغ دیا اور ۵۷۳ھ میں وفات پا کر وہیں مدفون ہوئے۔(۳۵) سیّد ابراہیم بغداد سے واسط آگئے اور وہاں سلسلہ قادریہ کو روشناس کرایا۔ آپ کی اولاد نے ہسپانیہ اور مراکش میں قادریہ سلسلے کو فروغ دیا۔(۳۶)

سیّد ابو بکر عبد العزیز بغداد سے جبال قیام پذیر ہو گئے اور یہاں قادریہ ترویج میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ بے مثل خطیب اور مجاہد تھے۔ اپنی خطابت کی اثر انگیزی سے مجاہدین بھرتی کرتے اور صلاح الدین ایوبی کے پاس بھیجتے۔ عسقلان کے معرکے میں خود بھی شریک ہوئے۔ ۶۰۲ھ میں وفات پا کر جبال میں مدفون ہوئے۔ آپ کی اولاد میں سے شیخ شر شیق، اور ان کے بیٹوں نے جبال کے علاوہ دمشق اور مصر میں قادریہ تعلیمات کی اشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ سندھ میں بھی آپ کی اولاد کی تبلیغ سے کثیر لوگ فیضیاب ہوئے۔(۳۷)

سیّدنا عبد الرزاق بن شیخ عبد القادر جیلانی بغداد کے حافظ حدیث اور اپنے عہد کے بہت بڑے شیخ طریقت تھے۔ آپ کی اولاد نے مصر، شام اور حماہ میں سلسلہ قادریہ کو فروغ دیا۔ آپ کی اولاد کی برصغیر میں بھی خدمات بہت زیادہ ہیں۔(۳۸) سیّد موسیٰ نے شہر دمشق میں مقیم ہو کر فیضان قادریہ کو عام کیا۔ ۶۱۸ میں وفات پا کر جبل قاسیون میں مدفون ہوئے۔(۳۹)

آپ کے بڑے بیٹے سیّدنا عبد الوہاب (۵۲۲۔۵۹۳ھ) آپ کے وصال کے بعد مسند نشین ہوئے۔ بغداد اور مضافات میں قادریہ ترویج اور صوفیانہ روایات کے فروغ میں آپ نے بہت زیادہ جد جہد کی۔ ناصر لدین اللہ عباسی کے عہد حکومت میں مظلوموں کی دادرسی کے محکمے کے سربراہ بھی رہے۔ آپ کے صاحبزادے سیّد عبد السلام حرمین شریفین کے متولی اور غلاف کعبۃ اللہ کے نگران رہے۔ مکۃ المکرمہ میں سلسلہ قادریہ کو متعارف کرانے میں آپ کا کردار لائق تحسین ہے۔(۴۰)

سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء بے شمار تھے۔ ان میں شیخ قضیب البان الموصلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۰۷ھ)، عدی بن مسافر (م ۵۵۷ھ) شیخ عثمان بن مرزوق (م ۵۶۴ھ) شیخ علی بن الہیتی (م ۵۶۴ھ) سیّد احمد المعروف سلطان سخی سرور (م ۵۷۷ھ) سیّد احمد رفاعی (م ۵۸۷ھ)، شیخ حیات بن قیس الحرانی (م ۵۸۱ھ)، شیخ صالح ابو عبد اللہ بن محمد (م ۵۹۹ھ)، شیخ یونس قصار، شیخ محمد الاوانی المعرف بہ ابن القائد، شیخ ابو محمد عبد اللہ جبائی (۶۰۵ھ)، شیخ عمر بن مسعود (م ۶۰۸ھ)، شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہر الملکی اور سیّد علی بن یوسف ہمدانی قابل ذکر ہیں۔ مؤخر الذکر سیّد علی ہمدانی کو ان کے والد مکرم شیخ یوسف ہمدانی نے سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی کے حوالے کیا اور انھیں سلسلہ قادریہ میں بیعت کرایا۔ گزشتہ اوائل سطور میں شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب الہمدانی متوفی ۵۳۵ھ کا نام سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی کے اساتذہ میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ علم ادب کی تعلیم آپ نے شیخ یوسف ہمدانی سے حاصل کی۔(۴۱)

علامہ شطنوفی اور یحییٰ التادفی نے آپ شیخ یوسف ہمدانی کو علماؤ مشائخ کا سردار اور خراسان کا قطب تحریر کیا ہے۔(۴۲) سیّد یوسف ہمدانی شیخ حماد بن مسلم الدباس کے معاصر اور دوست تھے۔ آپ نے باقاعدہ تعلیم تو حاصل نہ کی لیکن آپ کو علم لدنی حاصل تھا۔ بے شمار علماؤ مشائخ نے آپ سے روحانی فیض حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے علوم و معارف کے دراوزے آپ پر کھول دیے تھے۔ جس کے سبب وہ مشائخ عظام کے پیشوا بن گئے۔(۴۳) ایک بار سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ملنے کے لیے گئے تو انھوں نے دیکھتے ہی اپنے ساتھ بیٹھے ہم نشینوں سے کہا ایک دن اس نوجوان کا قدم جملہ اولیاء کی گردن پر ہوگا اور یہ بات بامر ربی وہ اعلانیہ فرمائیں گے "قَدَمِی هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ" ۔

ان کے زمانے میں موجود تمام اولیاء ان کے اس فرمان کے آگے سر تسلیم خم کردیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی طفیل ان سب کے مراتب بلند فرمادے گا۔(۴۴) سیّد یوسف ہمدانی ایک بار شیخ حماد الدباس کے ہمراہ بغداد تشریف لائے۔ سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی کو معلوم ہوا تو آپ انھیں ملنے کے لیے سرائے تشریف لے گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے دیکھ کر وہ کھڑے ہوگئے اور مجھے اپنے ساتھ پہلو میں بٹھایا۔ مجھ سے میرے احوال پوچھے اور سن کر میری تمام مشکلات کو حل کر دیا۔ اس کے بعد مجھے مخاطب ہو کر فرمایا اے عبد القادر! تم لوگوں کو وعظ کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا عجمی ہوں اور میں بغداد کے فصحاء کے سامنے کیسے وعظ کر سکتا ہوں۔ آپ نے مجھے فرمایا اب تم فقہ و نحو اور تفسیر و حدیث حفظ کر چکے ہو۔ میں تمھارے اندر ایک ایسی جڑ دیکھ رہا ہوں جو عنقریب کھجور بننے والی ہے۔(۴۵)

سیّدنا شیخ جیلانی اور شیخ یوسف ہمدانی کی گفتگو سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ ملاقات ۵۲۱ھ کے لگ بھگ ہوئی کیونکہ اسی سال آپ نے وعظ کا آغاز کیا۔ گمان غالب ہے کہ شیخ یوسف ہمدانی نے شیخ جیلانی میں ولایت کے آثار دیکھ کر ہی اپنے بیٹے کو ان کے حوالے کیا۔ مولانا جامی نے لکھا ہے کہ شیخ یوسف ہمدانی شیخ عبد القادر جیلانی کے اساتذہ میں سے تھے۔ شیخ بو علی فارمدی سے نسبت طریقت رکھتے تھے آپ خراسان کے شہر مرو میں مقیم تھے۔ مرو سے ہرات آگئے اور وہاں قیام پذیر ہونے کا ارادہ کیا لیکن اپنے ارادت مندوں کے اصرار پر دوبارہ واپس مرو آگئے۔ کچھ عرصہ بعد ہرات جاتے ہوئے راستے میں ہی وصال فرماگئے اور مرو میں ہی مدفون ہوئے۔(۴۶)

اولاد علی گیلانی نے لکھا ہے کہ سلسلہ قادریہ میں بیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر کی۔ کمال الدین یمنی اور دیگر کاملین تصوف سے باطنی علوم سے فیضیاب ہوئے، فریضہ حج ادا کرنے کے بعد مکہ میں قیام پذیر ہوئے۔ جب شہر نبی پہنچے تو بارگاہ رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر نسبت بیعت کی عرضی پیش کی۔ تین سال بعد ارشاد ہوا کہ ہمدان کے سیّد علی کی خدمت میں جاؤ اور ان کے کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ۔ آپ نے حکم پاتے ہی واپسی کا سفر اختیار کیا اور ان کے دست اقدس پر بیعت کر کے سلسلہ قادریہ میں داخل ہوگئے۔ آپ کا سلسلہ طریقت سیّد علی ہمدانی بن ابو یعقوب یوسف ہمدانی کی وساطت سے سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی سے اس طرح جاملتا ہے

مخدوم عبد الرشید حقانی علی بن یوسف ہمدانی ابو محمد عبد القادر جیلی ابو سعید المخزمی ابو الحسن علی محمد القرشی ابو الفرح الطرطوسی عبد

الواحد تمیمی ابو بکر شبلی ابو القاسم جنید بغدادی سری سقطی معروف کرخی داؤد طائی حبیب عجمی حسن بصری علی بن ابی طالب۔(۴۷)

بیعت کے بعد تین سال اپنے مرشد کریم کی خدمت میں رہے اور اس کے بعد ان کے ارشاد پر واپس ملتان تشریف لائے۔ یہاں پہنچ کر سکونت پذیر ہو گئے۔ برّصغیر میں قادریہ سلسلے کی ترویج و اشاعت اوّلین نام آپ کا آتا ہے۔ سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کے ایک واسطے سے (سید علی ہمدانی سے) پہلے قادریہ شیخ طریقت ہیں جنھوں نے قادریہ سلسلے کی ترویج و ترسیخ میں جدوجہد کی۔ سیّدنا عبدالسلام (۵۴۸۔۶۱۱ھ) جب بیت اللہ شریف کے غلافِ کعبہ کے نگران اور متولی تھے تو ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ سندھ تک سیر و سیاحت کرتے ہوئے آئے اور واپس چلے گئے۔ (۴۸) حضرت مخدوم عبدالرشید کا سن پیدائش اگرچہ ۵۶۹ھ ہے۔ ۶۰۰ھ کے لگ بھگ آپ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر سیّد علی ہمدانی کے دست اقدس پر بیعت ہو کر سلسلہ قادریہ میں خرقہ خلافت لے چکے تھے۔

تین سال اگرچہ اپنے مرشد کریم کی خدمت میں رہے اور ان کے فرمان پر یہاں تشریف لائے جہاں آج آپ کا مزار ہے۔ بعض حضرات نے جو یہ لکھا ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور شہاب الدین غوری کے ساتھ اسی زمانے میں یہاں پہنچے، قرین قیاس نہیں کیونکہ خواجہ معین الدین اجمیر میں ۵۸۸ھ میں اجمیر آئے۔ (۴۹) اور ان کی دعوت پر ہی شہاب الدین غوری نے لشکر کشی کی تھی۔ (۵۰)

خواجہ معین الدین جب قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اور بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ملتان آئے تو اس وقت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ملتان اور آپ مخدوم رشید مسند نشین تھے۔ شیخ عثمان مروندی لعل شہباز قلندر، شیخ سعدی، صوفی حمید الدین ناگوری، جلال الدین تبریزی سمیت متبحر علماء اور شیوخ طریقت آپ کے معاصرین میں سے تھے۔ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا اور بابا فرید کے ساتھ آپ کی علمی اور روحانی مکالمت رہتی۔ شیخ الاسلام فرمایا کرتے کہ علم معرفت میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔

بابا فرید مسعود گنج شکر اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ ایک روز میں میرے بھائی مخدوم عبدالرشید حقانی اکٹھے بیٹھے ہوئے کہ مجاہدے کا ذکر چل نکلا۔ مخدوم عبدالرشید نے فرمایا میرا چھوٹے سے چھوٹے مجاہدہ یہ ہے کہ تین سال ہوئے ہیں کہ میں نے ایک گھونٹ پانی سے ہر سات دنوں کے بعد روزہ افطار کیا ہے۔ اسی طرح ان تین سالوں میں ایک پیالہ پانی پیا اور جَو کا آٹا کھایا ہے۔ اس عرصہ میں میں ہمیشہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور مشاہدے میں رہا ہوں اور میں نے کسی قسم کا ضعف محسوس نہیں کیا۔ بابا فرید سے ہی منقول ہے کہ ایک بار برادرم بہاء الدین زکریا اور فقیر (بابا فرید) بیٹھے ہوئے تھے کہ مخدوم عبدالرشید حقانی کے مجاہدے اور عبادت و ریاضت کا ذکر چل نکلا۔

برادرم بہاء الدین نے کہا "میرے بھائی مخدوم عبدالرشید کا مقام قرب الٰہی میں اس قدر بلند ہے کہ ہمیں ان کی برابری کا یارا نہیں۔ ان کا رُواں رُواں یادِ الٰہی میں سرشار رہتا ہے۔ ولایت کے جس مقام پر وہ فائز ہیں ہم وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔

درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کے لیے مدرسہ، مریدین کی تربیت کے لیے خانقاہ قائم کی اور مسجد تعمیر کرائی۔ شب و روز تدریس میں گزارتے۔ صاحبِ کشف و کرامات اور مستجاب الدعوات تھے۔ کرامات کا ظہور آپ سے بہت زیادہ ہوتا۔ مخدوم رشید میں ایک کنواں

کھد وایا اور فرمایا جو اس کا پانی پیے گا شفا ہو گی۔ یہ کنواں صدیوں سے آپ کی زندہ کرامت ہے۔ سارا سال بند رہتا ہے۔ عرس کے موقع پر کھولا جاتا ہے۔لوگ اس کا پانی پیتے ہیں، نہاتے ہیں اور بیمار شفا پاتے ہیں۔ عرس کی تقریب کو بھی یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ پورا مہینہ جاری رہتی ہے آپ کی یہ کرامت بھی زبان زدِ خاص و عام ہے کہ آپ نے اپنے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو حافظ قرآن کر دیا۔(۵۱) اپنے مریدین کی روحانی تربیت فرماتے۔ قادریہ اسباق تعلیم کرتے اور ان کی استعداد کے مطابق انھیں سلوک کی منازل طے کراتے۔ انھیں فرماتے کہ ہر کام اور ہر حال کتاب و سنت کو سامنے رکھو۔ غور و فکر اور تدبر سے اس کا مطالعہ کرو۔ شریعت کا ظاہری علم اوامر و نواہی اور شرعی احکام ہیں۔ شریعت کا باطنی علم طریقت ہے۔طریقت کا باطنی علم علم معرفت ہے اور اور علم معرفت کا باطنی علم علم حقیقت ہے۔ان ارکان خمسہ کو سمجھو اور انہی کو اپنا دستور عمل بناؤ تا کہ قال و قیل اور ہواء و ہوس کے دھوکے سے بچ جاؤ۔ یادرکھو قادریہ سلسلے کے بانی شیخ عبد القادر جیلانی نے اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ اللہ کی مخلوق کی خدمت کو بھی لازم ٹھہرایا ہے۔ قلت طعام، قلت کلام اور قلت نوم ہمارا شیوہ ہے۔ بھوک پیاس، خاموشی، بیداری، خلوت نشینی اور ذکر الٰہی ہمارے طریقے کی اساس ہے۔

ہمارے سلسلے کے پانچ ظاہری اور پانچ باطنی ارکان ہیں۔ ظاہری ارکان میں سب سے پہلا رکن اپنے مرشد کریم سمیت پیروں کی خدمت ہے۔ دوم کامل پیر سے بیعت کرنا اور خرقہ ارادت پہننا ہے۔ سوم خلوت نشین ہو کر ذکر و فکر اور عبادت کرنا ہے، چہارم پیروں کی محبت میں تربیت پانا اور سلوک کی منازل طے کرنا ہے پانچواں رکن جو دوسخا اور ایثار میں پہل کرنا ہے۔ باطنی ارکان میں سب سے پہلے علم کا حصول یعنی احکام شریعت وطریقت کا جاننا۔ دوسرا اخلاص و صدق کے ساتھ اس پر عمل کرنا۔ تیسرا باطن میں حال پیدا کرنا۔ چوتھا دل کے مقام تک رسائی حاصل کرنا اور پانچواں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا ہے۔جب تک قادری سالک میں یہ اوصاف یکجا نہیں ہوں گے وہ صوفی نہیں بن سکے گا(۵۲) قادریہ اوراد و اسباق میں اذکار و اشغال میں ذکر جہری، ذکر خفی، مراقبہ و مجاہدہ، توکل، حسن اخلاق، صبر و شکر اور رضا کی تلقین کے ذریعے سالک کے اخلاق کی تہذیب کی جاتی ہے۔ صدق وصفا اور اخلاص و عمل کو سامنے رکھا جاتا ہے زہد و تصوف اور عبادت و ریاضت کو اطمینان قلب کا وسیلہ سمجھا جاتا ہے اور رزق حلال کو ان سب کا رہنما بنایا جاتا ہے۔

قادری مرید حق، صدق اور عدل پر عمل پیرا رہتا ہے۔ حق کو عقل پر، صدق کو دلوں پر اور عدل کو اعضا پر لاگو کرتا ہے۔ جب وہ ایسا کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو آئینہ بنا دیتا ہے اور وہ اس میں دنیا و آخرت کے عجائبات ملاحظہ کرتا ہے۔ آپ اپنے مریدین کو فرماتے کہ ملاقات میں ادب کو ملحوظ رکھنا۔ خانقاہ کے آداب بجالانا، اللہ کے بندوں کے حقوق کی محافظت کرنا قادری مسند نشیں کی امتیازی خصوصیات ہیں اور مریدین کی تربیت کا لازمی جزو ہیں۔ قادریہ مسند نشین کے لیے بھی ان خصائل سے متصف ہونا ضروری ہے۔ اگر وہ ان اوصاف کا حامل ہے تو وہ مسند خلافت پر متمکن ہو سکتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی دو خصلتیں یعنی ستار و غفار ہونا۔ رسول اللہ ﷺ کی دو خصلتیں یعنی شفیق رفیق ہونا۔ دو حضرت ابو بکر صدیق کی یعنی صادق و متصدّق ہونا۔ دو حضرت عمر کی اوامر و نواہی کی پابندی کرنا۔ دو حضرت عثمان کی بھوکوں کو کھانا کھلانا اور

رات کو عبادت اااور دو سیّد نا علی عالم و شجاع ہونا۔(۵۳) روحانی تربیت کے ساتھ معاشرتی اور سماجی خدمات میں بھی آپ نے اہم کردار ادا کیا۔ اپنے مدرسے اور تربیت گاہ کے ساتھ روزگار کے مواقع فراہم کیے۔ معیشت کے استحکام کے لیے ورکشاپس، ہوزری، ووکیشنل انسٹیٹیوٹ اور تربیت گاہیں تعمیر کرائیں۔ خواتین کی تعلیم کو ضروری سمجھا۔

تعلیم اور ہنر سکھانے کیلئے آپ نے ووکیشنل انسٹیٹیوٹ بنائے ان تربیت گاہوں میں ہنر اور لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا اور ان کیلئے الگ ادارہ قائم کیا جس میں بچوں کے علاوہ تمام عمر کی عورتوں کو دین کی بنیادی تعلیم کے ساتھ لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا اور اس کے ساتھ انہیں خانہ داری بھی سکھائی جاتی۔ خواتین کے اس شعبے کی نگرانی آپ کی ازواج کرتیں۔ آپ کی پہلی بیوی جو کہ حضرت بہاء الدین زکریا کی ہمشیرہ تھیں ،وہ خواتین کے اس شعبے کی نگرانی کرتیں۔ اور بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے کے ساتھ قرآن حفظ کراتیں اور ہنر بھی سکھاتی۔ آپ کی بیوی نے شاہ پور میں ادارہ قائم کیا وہاں وہ بچوں اور خواتین کو پڑھاتی تھیں۔ تعلیم کے ساتھ لوگوں کو ہنر سکھاتے اور آلات و اوزار خود فراہم کرتے تاکہ وہ اہل و عیال کو رزق حلال کھلا سکیں اور فکر معاش سے بھی دور رہیں۔ کاروبار اور تجارت پر لوگوں کو آمادہ کرتے اور اس مقصد کے لیے سرمایہ خود فراہم کرتے۔ زمین داروں اور کاشت کاروں کی زراعت کے لیے زرعی آلات اور آبی ذرائع فراہم کیے۔ آبپاشی کے لیے نہری پانی کا بندبست کیا۔ نہری پانی کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے دریائے راوی سے چھوٹی نہر یعنی راجباہ اور کنویں کھدوائے۔

سیلاب کی روک تھام اور عوام کو بچانے کے لیے بھی منصوبے بنائے۔ کاشتکاروں کو مالی امداد دیتے۔ زرعی اصلاحات میں ہاتھ بٹاتے۔ فصلیں کاشت کرنے والوں کی سنتے اور ان کی ضروریات کو پورا کرتے۔ اپنے لوگوں کی غمی خوشی میں شامل ہوتے اور ان کے مابین تنازعات طے کرتے۔ تبلیغ کے لیے وفود بھی بھیجتے اور انھیں زادراہ اپنی جیب سے دیتے۔ تبلیغ پر بھیجنے سے پہلے انھیں اس مقام کی زبان، کلچر اور تاریخ پڑھاتے اور انھیں تلقین فرماتے کہ وہاں جاکر لوگوں سے ان کے مزاج اور استعداد کے مطابق گفتگو کرنا۔ اپنا لہجہ نرم رکھنا اور اخلاق و ادب کو ملحوظ رکھنا۔ مبلّغین کی ہر طرح کی تربیت فرماتے اور انھیں ضروری علوم تعلیم کرنے کے بعد روانہ فرماتے۔ (منبع البرکات میں موجود ہے)

آپ نے ساکنین قصبہ کے علاج معالجہ کے لیے طبی امداد کا ضروری بندوبست کیا۔ فزیکل حوصلہ افزائی کے ساتھ نفسیاتی علاج بھی کر تے اور ان کی روحانی و اخلاقی تربیت بھی فرماتے۔ بچوں کے ساتھ مردوزن کو بھی قرآن اور لکھنا پڑھنا سکھاتے اور سب کو کاروبار پر لگاتے اور انھیں روزی کمانے کی تلقین کرتے اور حوصلہ افزائی بھی فرماتے۔ ابتدائی بنیادی اور مریدین اور مسافروں کے قیام و طعام کے لیے لنگر خانہ اور سرائے تعمیر کرائی۔ بلا امتیاز سب لوگ لنگر سے کھاتے اور بعض اوقات آپ خود لنگر تقسیم کرتے۔ لنگر کا سارا خرچہ آپ کی زرعی زمین سے ہوتا۔ مسافروں کے آرام و قیام کرنے کا انتظام وانصرام خود ملاحظہ فرماتے اور دن رات سرائے کے دراوزے کھلے رہتے۔ (۵۴)

آپ کا خاندان بہت بڑا ہے اور سب کے سب بھائی ولایت کے درجے پر فائز تھے۔ آپ خود کثیر الاولاد تھے۔ سیّد اولاد علی گیلانی اس خاندان کے ۱۹۳۸ء تک کے حالات وواقعات اور حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی کی اولاد شجرہ نسب تحریر کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ

کن اضلاع میں سکونت پذیر ہے۔ ملتان، میلسی، کہروڑ پکا، کبیر والا، دنیا پور، جلال پور، مظفر گڑھ، بستی سحر، میاں چنوں، کوٹ ادو، کروڑ لعل عیسن، لیہ، خوشاب، چکوال، جوہر آباد، بھیرہ، جہلم اور بھکر سمیت پاکستان کے اکثر اضلاع میں آپ کی اولاد موجود ہے بعض اہم شخصیّات کا ذکر بھی کیا ہے جیسا کے حضرت عمر جتی سلطان ہیں جو مخدوم حقانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساڑھے تین سو سال بعد گیارہویں پشت میں ہوئے، اپنے عہد کے ولی کامل تھے۔ سلطان عبد الحکیم قادری انہی سے فیض یاب ہوئے۔ اسی طرح مخدوم جندوڈہ روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ ان کی کرامات تواتر کو پہنچی ہوئی تھیں۔(۵۵)

حوالہ جات

۱)ابن سعد(م ۲۳۰ھ)طبقات ابن سعد مترجم ۱۷۹، مطبوعہ احمد برادرز پرنٹرز کراچی ۱۹۷۸ء

ابن خلدون، عبد الرحمٰن علامہ (م ۸۰۸ھ) تاریخ ابن خلدون مترجم ۲۵۳۸ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۷۸ء

سبل الہدیٰ ۱۲۴، سیرت حلبیہ ۱۱۱، البدایہ والنہایہ ۲۲۰۷

۲)طبقات ابن سعد مترجم ۱۸۰

۳)ابن جریر طبری،، ابو جعفر محمد بن جریر (م ۳۱۰ھ) تاریخ طبری مترجم ۱۴۷ مطبوعہ احمد برادرز پرنٹرز کراچی ۱۹۸۶ء

۴)طبقات ابن سعد مترجم ۱۸۲

۵)(طبقات ابن سعد مترجم ۱۸۱

۶)خلاصۃ العارفین بخط مولانا ضیاء الدین ملتانی ۱۳۰۳۵ھ

۷)تاریخ طبری مترجم ۷۵۱

۸)بلاذری، احمد بن یحییٰ (م ۲۷۹ھ) فتوح البلدان مترجم، ۲۶۳۲، نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۲ء

ملفوظات شیخ شمس الدین کے ملفوظات موسوم منبع البرکات

۹)ملفوظات شیخ شمس الدین کے ملفوظات موسوم منبع البرکات

۱۰)جمالی، مولانا حامد بن فضل اللہ (م ۹۴۲ھ) سیر العارفین مترجم ۱۴۳، اردو سائنس بورڈ لاہور ۱۹۸۹ء

مفتی غلام سرور قادری (م ۱۸۹۰ء) خزینۃ الاصفیاء مترجم ۲۱۹، مطبوعہ لاہور ۱۴۱۰ھ، تذکرہ بہاء الدین ۵۷

۱۱)اولاد علی گیلانی سیّد (م ۱۹۶۰ء) مرقع ملتان ۵۷۸ مجلس ترقی اداب لاہور ۱۹۵۹ء

۱۲)مرقع ملتان ۵۷۸

۱۳)خزینہ الاصفیاء ۲
۱۴)جاوید ہاشمی (معاصر)ہاں میں باغی ہوں ۲۷، ساگر پبلشر لاہور ۲۰۱۳ء
۱۵)مرقع ملتان ۲۲۲
۱۶)شطنوفی، نورالدین علامہ (م ۷۱۳ھ) بہجۃ الاسرار ۱۰۵ مصر ۱۳۳۰ھ
۱۷)بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویّین والنحاۃ ۲۳۳۸
۱۸) قاضی ابویعلیٰ محمد بن محمد (م ۵۴۶ھ) طبقات الحنابلہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۱۳۴۲ھ
ابن رجب، عبدالرحمن بن بن شہاب الدین احمد الذیل علی طبقات الحنابلہ ۳۲۹۰
۱۹)طبقات الحنابلہ ۳۲۹۰
۲۰) ذہبی، شمس الدین عبداللہ محمد بن احمد (م ۷۴۸ھ) سیر اعلام النبلاء ۲۴۴۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۵۵ء
۲۱) التادفی، محمد بن یحییٰ (م ۹۶۳ھ) قلائد الجواھر ۴ مطبوعہ مصر
۲۲) اردو دائرہ معارف اسلامیہ مقالہ عبدالقادر جیلانی ۱۲۹۲۵ ایڈیشن ۱۹۷۳ء
۲۳) شیخ عبدالحق محدّث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) اخبار الاخیار فارسی ۱۴ مطبع احمدی لاہور ۱۲۷۰ھ
۲۴) جامی مولانا نورالدین (م ۸۹۸ھ) نفحات الانس ۵۰۹، مطبوعہ تہران ۱۳۷۳ھ، قلائد الجواھر ۳۵
۲۵) اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۱۱ دانشگاہ پنجاب لاہور طبع اوّل ۱۹۶۲ء
۲۶) شہاب الدین عمر سہروردی (م ۶۳۲ھ) عوارف المعارف ۶۰، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۱۹۹۹ء
۲۷) جیلانی، شیخ عبدالقادر (م ۵۶۱ھ) الغنیۃ لطالبی طریق الحق ۳۱۶۳ مطبوعہ دمشق
۲۸) قلائد الجواھر ۱۹)
۲۹) الفتح الربانی ۱۳۰ دارالمعرفۃ بیروت لبنان ۱۹۸۱ء
۳۰) قلائد الجواھر ۱۵
۳۱) دہلوی غلام علی شاہ (م ۱۲۴۰ھ) مقامات مظہری ۱۳۸ اردو سائنس بورڈ لاہور
۳۲) قلائد الجواھر ۱۷
۳۳) بہجۃ لاسرار ۹۹
۳۴) سیّد ابوالحسن ندوی (م ۲۰۰۰ء) دعوت وعزیمت ۱۲۰۲ مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی ۱۹۷۶ء
۳۵) قلائد الجواھر ۴۲
۳۶) اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۴
۳۷) قلائد الجواھر برحاشیہ فتوح الغیب ۲
۳۸) قلائد الجواھر برحاشیہ فتوح الغیب ۲

۳۹)قلائد الجواھر ۴۴

۴۰)المختصر المحتاج من تاریخ الحافظ ابی عبد اللہ ۲۵۴،قلائد الجواھر ۴۵

۴۱)قلائد الجواھر مطبوعہ مصر ۴

۴۲)بہجۃ الاسرار مترجم ۴۲۵،قلائد الجواھر عربی ۱۱۱

۴۳)نفحات الانس فارسی ۵۰۹

۴۴)نفحات الانس فارسی ۵۰۹

۴۵)بہجۃ الاسرار مترجم ۴۲۵،قلائد الجواھر ۱۱۱

۴۶)نفحات الانس فارسی ۳۷۵

۴۷)نفحات الانس ،۵۰۹ قلائد الجواھر فی مناقب عبد القادر ۳۵ مصر ۱۹۵۶ء

۴۸)شرافت نوشاہی(م ۱۴۰۳ھ)،شریف التواریخ ۱۷۷۲ مطبوعہ ادارہ معارف نوشاہیہ گجرات ۱۹۷۹ء

۴۹)امیر خورد کرمانی(م ۷۷۰ھ)سیر الاولیاء فارسی ۵۶ ناشر تحقیقات ایران وپاکستان المعارف لاہور ۱۹۷۸ء

۵۰)ملا عبد القادر بدایونی،منتخب التواریخ ۵۶ مطبوعہ دہلی

۵۱)مرقع ملتان ۵۷۷

۵۲)جان محمد قادری(م ۱۷۹۲ء) آثار العارفین ۳۴ مطبوعہ لاہور

۵۳)قلائد الجواھر ۱۳

۵۴)مولانا نور احمد فریدی،تذکرہ حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی جھوک پرنٹرز ملتان

۵۵)مرقع ملتان ۵۷۷

منصورہ سندھ کے قریش حکمران

پیرزادہ عابد حسین شاہ
ناظم بہاء الدین زکریا لائبریری چکوال

مولانا طارق جمیل کی ایک تقریر کے کچھ حصے کا ویڈیو کلپ ۱۹ جنوری ۲۰۲۰ء سے یوٹیوب میں محفوظ ہے۔ یہ تقریر و خطاب ایسے اجتماع میں کیا گیا، جس میں اس وقت کے وزیر خارجہ پاکستان مخدوم شاہ محمود قریشی اور ان کے خاندان کے دیگر متعدد افراد موجود تھے۔ تب مولانا طارق جمیل نے قریش خاندان کا تعارف و تاریخ بیان کرتے ہوئے ہبار بن اسود بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی اور ہبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی کو دو الگ الگ شخصیات بتایا، اور کہا کہ ہبار بن اسود بن ہاشم کی نسل نے سندھ میں حکمرانی کی، جہاں منصورہ شہران کا دارالحکومت تھا۔ جناب طارق جمیل کے علاوہ ایک بزرگ ڈاکٹر صاحب کا انٹرویو ۲۹ مارچ ۲۰۲۴ء سے فیس بک میں ہے، جس میں محترم نے بھی فرمایا کہ حضرت اسد بن ہاشم کی نسل کے افراد نے منصورہ سندھ میں سلطنت قائم کی۔

لیکن ان دونوں دعاوی کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں۔ اول یہ کہ حضرت ہاشم بن عبد مناف کے بیٹے کا نام اسد تھا اسود نہیں، اور اسد بن ہاشم تو مقطوع النسل تھے۔ اور دوم یہ کہ منصورہ سندھ میں ہبار بن اسود بن ہاشم کی بجائے ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد رضی اللہ عنہا کے چچا کے پوتے، یعنی موخر الذکر ہبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ کی اولاد و نسل کے عمر بن عبد العزیز (وفات ۲۷۰ھ / ۸۸۳ء) نے سلطنت قائم کی۔ جس کا سال تاسیس ۲۴۰ھ / ۸۵۵ء ہے اور یہ ۴۱۶ھ / ۱۰۲۵ء میں ختم ہوگئی۔ آج کے صوبہ سندھ کے شہر سانگھڑ و شہداد پور کے نزدیک شہر منصورہ اس عرب اسلامی سلطنت کا پایہ تخت تھا۔ اردو تذکرہ نگاروں نے اس کا ذکر ''ہباری سلطنت'' وغیرہ نام کے تحت اور عرب مؤرخین و محققین نے ''الدولة الهبارية بالسند'' وغیرہ عنوانات کے تحت اس کے احوال قلم بند کئے ہیں۔ ہباری سلطنت سندھ کے بانی عمر بن عبد العزیز کا سلسلہ نسب یہ ہے:

''''عمر بن عبد العزیز بن منذر بن عبد الرحمن بن ہبار بن اسود بن مطّلب بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی''۔

اور اس سلطنت کی تاریخ و احوال مذکورہ ذیل عربی نیز اردو کتب و مجلات میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں:

عربی کتب و مجلات

١ .مدينة المنصورة فی ظِلّ الدولة الهبارية بالسِند، ڈاکٹر صادق احمد داؤد جودہ۔

پہلی اشاعت: ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۴ء، دار أمية للنشر، ریاض۔ کل صفحات: ۱۳۴۔

یہ کتاب بہاءُالدین زکریا لائبریری، چکوال میں موجود ہے۔

٢ .الدولة الهبارية فی بلاد السِند، ڈاکٹر محمود عبد العظیم عبد العال۔

تحقیقی مقالہ برائے ایم فل، بنی سویف یونیورسٹی، مصر ۲۰۱۴ء۔ المکتب العربی للمعارف، قاہرہ سے ۲۰۲۱ء میں ۲۴۰ صفحات پر شائع ہوا۔ اس پر کویت یونیورسٹی کے مؤرخِ عرب ڈاکٹر فیصل سید طٰہ نے مقدمہ تحریر کیا۔

٣ . رجال السِند والهند الی القرن السابع، قاضی ابو المعالی عبد الحفیظ اطہر مبارکپوری۔

پہلی اشاعت: ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء، دار الانصار، قاہرہ۔

ملاحظہ ہو:

- عمر بن عبد العزیز الهباری، صاحب المنصورة" صفحہ ۱۷۶ تا ۱۷۷۔
- عمر بن عبد الله ابو المنذر الهباری، صاحب المنصورة" صفحہ ۱۷۸ تا ۱۷۹۔

۴ .موسوعة التاريخ الاسلامی والحضارة الاسلامية لبلاد السِند والبنجاب فی عهد العرب،

ڈاکٹر عبد اللہ مبشر طرازی۔

پہلی اشاعت: ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۳ء، عالم المعرفة، جدہ۔

بعنوان: "الدولة الهبارية العربية فی المنصورة ببلاد السِند" جلد اول، صفحہ ۲۹۶ تا ۳۰۴۔

۵ .التاريخ والحضارة الاسلامية فی الباکستان، أو السِند والبنجاب إلى آخر فترة الحكم العرب،

ڈاکٹر عبد اللہ محمد جمال الدین، جامعہ قاہرہ۔

مقدمہ کتاب ۱۹۹۰ء میں تحریر ہوا، دار الصحوة للنشر، قاہرہ۔

بعنوان: "الدولة الهبارية ببلاد السِند"، صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۷۔

٦ .مقالہ: "المنصورة قصبة السِند" از ڈاکٹر حسین علی الطحطوح،

استاذ شعبہ تاریخ، موصل یونیورسٹی، عراق۔

مجلة التربية والعلم، موصل یونیورسٹی، جلد ۱۳، شمارہ ۱، بابت ۲۰۰۶ء، صفحہ ۱۱۱ تا ۱۳۶۔

۷ . مقالہ "النشاط التجاری فی مدینة الدیبل فی عصر الدولة الهباریة"

از ڈاکٹر فیصل سید طٰہ حافظ، شعبہ تاریخ، بنی سویف یونیورسٹی، مصر۔

مجلة المؤرخ المصری، جامعہ قاہرہ، شمارہ ۳۸، جنوری ۲۰۱۱ء، صفحہ ۱۹۹ تا ۲۴۸۔

۸ . مقالہ: "مدینة المنصورة السِندیة: دراسة فی أحوالها العامة منذ تأسیسها حتی نهایة حکم الامارة الهباریة"

از عبد صالح محمد، الانبار یونیورسٹی، عراق۔

مجلة دراسات العلوم الانسانیة والاجتماعیة، جامعہ اردن، جلد ۴۷، شمارہ ۲ (ملحق نمبر ۱)، ۲۰۲۰ء، صفحہ ۵۴۰ تا ۵۴۸۔

۹ . مقالہ: "مجتمع المنصورة ببلاد السِند من أوائل القرن الثانی الهجری حتی نهایة الحکم العربی"

از ڈاکٹر بدر رحیم عبد اللہ الرشیدی، کویت یونیورسٹی۔

حولیات آداب عین شمس، قاہرہ، اکتوبر–دسمبر ۲۰۲۱ء، صفحہ ۲۲۱ تا ۲۳۴۔

۱۰ . مقالہ: "التخطیط العام لمدینة المنصورة فی بلاد السِند"

از ڈاکٹر زینب مہدی رؤوف، بغداد یونیورسٹی۔

مجلة کلیة التربیة الاسلامیة، عراق، جلد ۱۹، شمارہ ۸۰، صفحہ ۵۶۱ تا ۵۷۸۔

اردو کتب

۱ . عرب وہند کے تعلقات، علامہ سید سلیمان ندوی۔

اشاعت: ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء، مشعل بکس، لاہور۔

بعنوان: "منصورہ"، صفحہ ۱۸۲ تا ۱۹۵۔

۲ . تاریخ سندھ، علامہ سید ابو ظفر ندوی۔

اشاعت: ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء، مطبع معارف، اعظم گڑھ۔

بعنوان: "سلطنت خاندان ہباری"، حصہ اول، صفحہ ۱۸۹ تا ۲۵۲۔

۳ . مقالات مولوی محمد شفیع، مرتب: احمد ربانی۔

پہلی اشاعت: ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء، مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، لاہور۔

بعنوان: "ہباریانِ سندھ اور ان کی حکومت کا آغاز وانجام"، جلد ۵، صفحہ ۱۸۳ تا ۱۹۴۔

۴ . تاریخ سندھ، علامہ اعجاز الحق قدوسی۔

پہلی اشاعت: مقدمہ مصنف ۱۹۷۱ء میں لکھا گیا، مرکزی اردو بورڈ، لاہور۔

بعنوان: "سندھ میں ہباری حکومت"، جلد اول، صفحہ ۲۸۴ تا ۳۱۵۔

۵ . ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، قاضی اطہر مبارکپوری۔

اشاعت: ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء، مکتبہ عالیہ، لاہور۔

بعنوان: "دولتِ ہباریہ سندھ"، صفحہ ۷۷ تا ۱۶۸۔

۶ . سندھ وہند کی قدیم شخصیات،

قاضی اطہر مبارکپوری کی عربی کتاب "رجال السِند والهند الى القرن السابع" کا ترجمہ،

مترجم: مولانا عبد الرشید بستوی۔

اشاعت: ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء، مکتبہ خدیجۃ الکبریٰ، اردو بازار، کراچی۔

بعنوان:

- "حاکمِ منصورہ عمر بن عبد العزیز بن منذر ہباری"، صفحہ ۲۶۲ تا ۲۶۳۔
- "عمر بن عبد اللہ ہباری، حاکم منصورہ"، صفحہ ۲۶۴ تا ۲۶۶۔

۷ . اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ،

دوسری اشاعت: ۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۱ء، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

مقالہ بعنوان: "منصورہ"، از ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، جلد ۲۱، صفحہ ۶۷۶ تا ۶۸۶۔

علاوہ ازیں پاکستانی جامعات میں بھی منصورہ سندھ پر کام ہوا۔ نیز ۱۸ نومبر ۲۰۲۳ء کو اس کے آثار کی کھوج کی مناسبت سے کانفرس منعقد ہوئی۔

کلیدِ ربّانیہ در سلسلہِ حقّانیہ (تعارف، احوال و تذکار) الشیخ المخدوم حضرت رشید الدین حقانی رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ

(۵۶۹ھ-۶۴۹ھ)

مخدوم محمد شہباز شاہ ہاشمی

امیر تنظیم سادات بنی ھاشم (تسبیح) جنوبی، پاکستان

انتساب

بحضورِ سیدُنا مخدومُ الاولیاء، زبدۃُ الاتقیاء، مظہرِ ذاتِ محبوبِ سُبحانی حضرت مخدوم عبد الرشید حقّانی

اُس مرغِ بسمل کا رقص، جو تیری نسبت سے دیدارِ الٰہی کی آرزو میں خاکستر ہونے کی خواہش لیے، کیفیتِ سکرات میں ہے۔

تشنہ حروف کی ممکنہ آبیاری

ہر جملہ اور ہر حرف اپنی تفسیر و تشریح کے لیے اپنے محرک کا محتاج رہتا ہے، جس طرح انسان کا ہر فعل فاعلِ حقیقی کی منشاء کے اظہار کا مرہونِ منت ہوتا ہے۔ مجھے اپنی کم مائیگی اور علمی دریدہ دامنی کا بخوبی ادراک ہے، اور میں نے اپنی اس کوششِ قرطاس کی سفیدی و سیاہی سے صرف ایک امیدِ واثق پیدا کرنے کی کاوشِ دانستہ یہ ضرور کی ہے کہ شیخ المشائخ حضور سیدنا مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نگاہ جو میرے لئے مژدۂ جاں فزا بنے گی اور بالیقین ضرور ہو گی۔

"زروئے بسوئے من نظر کن"

کیونکہ فیض و بست کی کیفیات جو میرے لئے مسلسل کرب بن چکی ہیں۔ اس حقیر کوشش سے قلب مقفل کے کھلنے میں اور مقصودِ حقیقی کے قرب کی کلید ممکنہ ثابت ہو گی۔ قارئین کے لئے یہ عرضداشت قربِ الٰہی کا ذریعہ بذریعہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں رسائیت کا طریہ بنے گی۔

قارئین کے لیے یہ عرضداشت قربِ الٰہی کا ذریعہ، بوسیلۂ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں رسائی کا اِن شاء اللہ زینہ بنے گی۔ بندۂ ناچیز کو یہ چند حروف لکھنے کی جو نعمتِ عُظمیٰ نصیب ہوئی ہے، اس کے اصل محرّک تنظیم ساداتِ بنی ہاشم (تسبیح) کے امیر

محترم جناب ڈاکٹر واجد پیرزادہ اور انتہائی قابلِ احترام برادرِ خورد جناب مخدوم شاہد بہار ہاشمی ہیں۔

اور جو عزّت و تکریم مجھے معاشرے میں میرے حصّے میں آئی، بھائی کم اور سب کچھ زیادہ کے میرے حصے میں آئی۔ بھائی کم اور سب کچھ زیادہ کے معنون جناب مخدوم پروفیسر ڈاکٹر اشفاق احمد شاہ (وائس چانسلر سکھر دویونیورسٹی) ہیں اور اس تحقیقی کام میں میرے بھتیجے جناب مخدوم محمد ندیم ہاشمی اور جناب مخدوم محمد شاہ ہاشمی میرے دست و بازو رہے اور اگر مخدوم فہیم اعظم قریشی شبانہ روز محنت نہ کرتے تو یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوتا۔

میری زندگی کی ناؤ جو گرداب مسلسل میں رہی پتوار کے مثل رہے جناب مخدوم امیر شاہ صاحب۔ یہ کہنے میں مجھے کوئی باک نہیں کہ علمی موشگافیوں میں تھوڑی بہت سمجھ کی جو جھلک شائد نظر آئے تو وہ وجہ ہوگی صحبت جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد حسین آزاد سربراہ شعبہ علوم اسلامیہ این سی بی اے یونیورسٹی ملتان اور بطور مہمیز جناب پروفیسر منیر احمد رزمی صاحب نے وہ خواب دکھائے جو مقبول تعمیر ہوئے۔ الغرض میں ہر اس شخص کا ممنون ہوں جس نے میری خیر خواہی کی اور میں اس قابل ہوا۔

آخر میں، میں سپاس گزار ہوں اس وجہ کا، جو میرے ہونے کی وجہ بنی یعنی کہ میرے والد بزرگوار اور مجسم مشکور ہوں، اس روح کا جس نے میرے جسم کو روح جیسی پہچان بخشی یعنی کہ میرے شیخ مکرم اور احسان مند ہوں اس ہستی کا جس نے اس مومولے کو شہباز بنانے کی عملی تمثیل کی شکل دی یعنی کہ جناب مخدوم محمد جاوید ہاشمی۔

تعارف

شجرہءنسب

حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت مخدوم احمد غوث رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت مخدوم کمال الدین علی شاہ، ابو بکر کہروڑی بن حضرت سلطان جلال الدین محمد بن حضرت سلطان علی بن حضرت سلطان شمس الدین کہروڑی، بن حضرت سلطان حسین شاہ بن حضرت سلطان عبداللہ بن حضرت سلطان حسین المطرف ثانی بن حضرت سلطان خزیمہ ، بن حضرت امیر حازم بن حضرت عبدالرحمٰن المطرف بن حضرت عبدالرحیم بن حضرت امیر مہیار بن حضرت اسد بن حضرت ہاشم بن حضرت عبد مناف بن حضرت قصیٰ بن حضرت کلاب بن حضرت مُرہ بن حضرت کعب۔۔۔۔ الی آخرہ۔۔۔ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام

ہجرت من الحجاز

آپ کے خاندان کے ایک بزرگ حضرت امیر عبدالرحمٰن المعروف تاج الدین المطرف کو بنو امیہ کے حکمران، مروان الحکم (المتوفی ۱۲۲ھ) نے اپنی بیعت پر مجبور کرنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے آپ کو اپنے وطن سے ترکِ سکونت اختیار کرنا پڑی۔

سکونت در جہاں

حضرت امیر تاجُ الدین المُطرّف حجازِ مقدّس سے جہانِی، جو بعد میں خوارزم اور اب ترکمانستان کے نام سے مشہور ہے، میں مستقل سکونت اختیار کی۔ خاندانی عِزّ و شرف کی بناپر یہ گھرانہ ہمیشہ معزّز و مقتدر ٹھہرا۔ لہٰذا یہاں اس خطّہ میں بھی آپ کی اولاد فضل و کمال میں یکتا بنی، اور سلاطینِ وقت کے ممدّ و معاون ہونے کی وجہ سے منصب اور جاگیر حاصل رہی۔

اسی وجہ سے حضرت امیر تاجُ الدین المُطرّف سے لے کر سلطان کمالُ الدین ابو بکر کہروڑی رحمۃ اللہ علیہ تک سارے والیانِ ریاست شمار ہوتے ہیں۔ حضرت امیر تاجُ الدین المُطرّف رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک ہستی، جو سلطان حسین کے نام سے موسوم ہے، معاونین و رُفقائے سلطان سبکتگین اور اُس کے فرزندِ سعید محمود غزنوی میں شامل رہے۔

برِ صغیر میں آمد

سلطان محمود غزنوی کے تیسرے حملہ کے وقت سلطان حسین رحمۃ اللہ علیہ، سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ ہند میں وارد ہوئے۔ سلطان محمود غزنوی نے جابجا اپنے قلعے اور چھاؤنیاں قائم کیں۔ تو ایک قلعہ کوٹ کہروڑ میں بھی قائم کیا۔ اور یہ قلعہ سلطان محمود غزنوی نے حضرت سلطان حسین رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا۔ اور یہیں پر حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا حضور حضرت مخدوم کمال الدین علی شاہ کی ریاست قائم ہوئی اور یہیں پر آپ کے دو فرزندان مانندِ لعل و گوہر

۱۔ حضرت مخدوم احمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ۲۔ حضرت مخدوم محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔

ولادت باسعادت

حضرت مخدوم کمال الدین علی شاہ ابو بکر کہروڑی کے فرزندِ اکبر حضرت مخدوم احمد غوث کے ہاں سات فرزند بارگاہِ ایزدی سے ودیعت ہوئے۔

۱. حضرت مخدوم رشید الدین حقانی المعروف بہ حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ
۲. حضرت مخدوم عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ
۳. حضرت مخدوم فقر علی المعروف بہ ملا فقیر رحمۃ اللہ علیہ
۴. حضرت مخدوم سعد الدین المعروف بہ شیخ سادن رحمۃ اللہ علیہ
۵. حضرت مخدوم موسیٰ نواب رحمۃ اللہ علیہ
۶. حضرت مخدوم راول دریا رحمۃ اللہ علیہ
۷. حضرت مخدوم محمد طاہر ظاہر رحمۃ اللہ علیہ

عائلی زندگی

جہاں نقوش کی تہذیب ارادہءِ مشیتِ ایزدی کے تحت وقوع پذیر ہونا زندگی کا مقصدِ اول ٹھہرے، وہاں پر قدرت ہر لمحہ ایک نئے زاویے، ایک نئی جہت کا منظر پیش کرتی ہے۔ عین اسی اُصول کے تحت جناب حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کے چار نکاح ہوئے۔ جن کی ترتیب اس طرح سے ہوئی۔

ا۔ عقدِ اولیٰ

عنفوانِ شباب میں پہلا نکاح آپ کی عم زاد، ہم زاد و ہم سر، مرقّعِ حسن و جمال و کمالِ ظاہر و باطن، عفیفہ، طاہرہ، سیدہ حضرت بی بی کمال خاتون سے ہوا، جو کہ شریکۂِ الغوثِ العالمین، حضور شیخ الاسلام والدّین شیخ بہاءُ الحق والدّین کی ہمشیر ہیں۔ اُن کے حسن و جمال اور حسنِ انتظامِ خانہ سے یہ خانۂ جہاں روشن ہوا۔

۲۔ عقدِ ثانی

نواحِ ملتان میں ایک بہت بڑی جاگیر کے مالک قوم مڑل کے ایک عقیدت مند نے اپنی دخترِ نیک اختر آپ کے عقد میں دے کر اپنی دنیوی اور اُخروی زندگی کو چار چاند لگائے۔

۳۔ عقدِ ثالث

اُس وقت کے ایک راجہ، رائے اُونہ کھچی نے اپنے جگر کا ٹکڑا حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور پیش کیا۔

۴۔ عقدِ چہارم

نکاحِ اربعہ آپ نے آخری عمر مبارک میں بادشاہِ وقت کی شہزادی سے فرمایا جو کہ حضرت شیخ الاسلام کا مرید و عقیدت مند تھا۔

شہزادگانِ حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ

خداوند قدوس نے آپ کو چار شہزادے عطا فرمائے۔ جو اپنی جگہ پر ہر ایک آسمانِ دُنیا پہ افتاب بن کر چمکا اور اِس دنیا کو ظلمت سے نور کی طرف لا کر اُجالوں کا ایک جہاں بنا دیا۔

ا۔ حضرت مخدوم ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ

یہ فرزندِ شہیر، نبیرہءِ غوثِ العالمین ہیں اور وارثِ مسندِ مخدومُ الاولیاء، سرخیلِ سلسلہءِ قادریہ کے جانشین ہیں۔ نجیبُ الطرفین ہونے کے ناطے جذب و قدرت کے شاہکار تھے اور مشاہدہءِ حق اپنے مربّی حضرت مخدوم عبد الرشید حقّانی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کے مظہر اتم تھے۔ جلال زیادہ ہونے کی وجہ سے والدِ محترم نے انہیں مقامِ خلوت اختیار کرنے کا حکم دیا۔ آپ کا وصال، آپ (حضرت مخدوم عبد الرشید حقّانی رحمۃ اللہ علیہ) کی حیاتِ مبارکہ میں ہوا۔

۲۔ حضرت مخدوم محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بی بی کمال خاتون علیہا کے بطن اطہر سے یہ دوسرا گلاب حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا ہوا۔ جن کی نسل سے باقاعدہ سلسلہ قادریہ اور اویسیہ کو ایک نئی جہت عطا ہوئی۔ اِس کا ذکر آگے جا کر آئے گا۔ اس فرزندِ ارجمند کو حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کی قربت اور فیض سے کماحقہ' مستفید و مستنیر ہو کر زمانے کو منور و روشن کرنے کا بھرپور موقع ملا۔ آپ ہی کی اولاد سے حضرت عمر جتی سلطان نویں صدی ہجری میں اس دنیا میں منصہء شہور پر نظر آئے۔ جنھوں نے عالم روحانیت کو ایک نئی حیات بخشی۔ اور معرفتِ الٰہیہ کے ایسے جام لٹائے کہ دنیا ششدر رہ گئی۔ اسی چشمہء آبِ حیات سے حضرت سلطان عبد الحکیم رحمۃ اللہ علیہ سیراب ہو کر ایک وسیع سلسلہ قادریہ اویسیہ کے ساقی ٹھہرے۔ اس وقت مخدوم رشید میں موجود۔۔۔۔ آپ ہی کی اولاد سے اس جگہ متمکن ہیں۔

۳۔ حضرت مخدوم نواب صدر الدین قتال رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے شہزادے ہیں۔ آپ اپنی ننہالی جاگیر بطرف مشرق، وہاڑی ضلع اور تحصیل میلسی اور دُنیا پور میں آپ کی ریاست تھی۔ خاندانی جلالت آپ کے رگ و پے میں ہر وقت موجزن رہتی اور کمالات کا ظہور عالم تھا۔ زبان، صفی الرحمٰن تھی۔ امرِ کن کی مسند پر جلوہ افروز تھے۔ ہر لحظہ جذب و مستی اور روحانی ریاستوں میں معرفتِ الٰہی کے حصول کے لیے غوطہ زن رہتے۔ اسی جذب و حال کی کیفیت کیوجہ سے اٹھتی نگاہ قیامت ڈھانے کے درپے رہتی۔ اسی بناء پر آپ قتال کے لقب سے مشہور ہوئے جو کہ قلندرانہ حال کا درجہء اتم ہے۔

۴۔ حضرت مخدوم حسن رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مخدوم حسن بادشاہِ وقت کی بیٹی سے متولد ہوئے۔ آپ کا مزار تحصیل کہروڑ پکا ضلع لودھراں میں ہے۔ منقول ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا حضور شیخ الاسلام سے وجہ بیعت، آپ کا روحانی مناقشہ اور مجادلہ ہے۔ حضرت قلندر پاک رحمۃ اللہ علیہ کی، حضرت غوث العالمین سے عقیدت کی اسیری اسی نوجوان کی روحانی طاقت کا مظہر ہے۔ اور آپ ہی کی نسل سے حضرت مخدوم عالی معروف بزرگ جن کے نام پر قصبہ آباد ہے، ہیں۔

حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کرام

۱۔ حضرت مخدوم عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ	۲۔ حضرت مخدوم فقر علی رحمۃ اللہ علیہ
۳۔ حضرت مخدوم سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ	۴۔ حضرت مخدوم محمد طاہر ظاہر رحمۃ اللہ علیہ
۵۔ حضرت مخدوم ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ	۶۔ حضرت مخدوم محمد رحمۃ اللہ علیہ
۷۔ حضرت مخدوم حسن رحمۃ اللہ علیہ	۸۔ حضرت سید ایوب شاہ حسین سکنہ ملکِ چین۔

ان اسمائے گرامی میں اول الذکر چار آپ کے برادرانِ بزرگوار ہیں جن کو آپ نے نسبتِ قادریہ میں بیعت فرماتے ہوئے معاشرہ میں رشد و ہدایت کے لیے مختلف علاقوں میں ذمہ داری سپرد کی۔ آپ کے دو بھائی آپ نے اپنے بھائی عم زار حضور شیخ الاسلام کی خدمت میں

نسبتِ سہروردیہ کے لیے پیش کیے۔ اور اپنے تیسرے فرزند حضرت مخدوم نواب صدر الدین قتال کو بھی حضرت بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کا فیض حاصل کرنے کے لیے حضرت مخدوم جلال الدین سرخ پوش بخاری کی بیعت کروایا۔

حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی خدمات

حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے حصولِ علم و معرفت کے سفر کے نتیجے میں خاندانی سربراہی مختلف اُمور میں آپ (حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ) سے ذمہ ٹھہری۔ آپ نے اِس ذمہ داری کو بخوبی نبھاتے ہوئے، اپنی اس سلطنت اور اب اس وطنِ مالوفہ میں علم کی شمع اس طرح روشن کی جس کی ضوء سے تمام جہان ضوفشاں ہوگیا۔ اس وقت سرزمین ملتان کے معروضی حالات یوں تھے کہ یہ سارا خطہ ہندومت، تہذیب کے زیر اثر تھا۔ اور اس عالمِ کفر کو پھر "اقراء" کی ضرورت تھی۔ اس پیاس کو محسوس کرتے ہوئے حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسے تعلیمی ادارہ کی بنیاد رکھی جس میں نہ صرف قرآن مجید و حدیث کی مروجہ تعلیم بلکہ اُس وقت کی جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ معاشرت و معیشت کا مکمل خاکہ ذہن میں رکھتے ہوئے ایک شاہکار درسگاہ کی شکل دے دی۔ جب حضور شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ علوم متداولہ اور روحانی کمالات کا دوشالہ اوڑھے ایک طویل عرسہ کے بعد وطن واپس تشریف لائے تو اس وقت منظر دیدنی تھا کہ حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی شہر پناہ سے باہر نکل کر ایک کثیر تعداد شاگردان، عقید تمندان نے بھرپور استقبال کیا۔ اور انہیں ایک منظم درسگاہ جس میں تمام شعبہ جات قائم کر دیئے گئے تھے سونپ دی۔ جو بعد میں آپ کے حسن انتظام و انصرام کے نتیجے میں مدرسہ بہائیہ العالمیہ کے روپ چار دانگ عالمِ بلادِ عرب و عجم میں اسلام کی جولانیوں کا مظہر ثابت ہوئی۔

مدرسہ رشیدیہ کا قیام

حضرت غوث العالمین رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کے ساتھ آپ نے ایک طویل سفر کا ارادہ فرمایا اور ایک لمبے عرصے تک حجاز مقدس میں تعلیمی اور روحانی سفر میں ایک عظیم خلعتِ فاخرہ اور نعمتِ عظمیٰ نسبت قادریہ سے فیض یاب ہو کر اپنے وطن واپس تشریف لائے اور پھر جس سرزمین پر آپ کے قدم مبارک لگے اس سرزمین کو ماڑی رشید کہا جانے لگا۔ جو آپ کی نسبت سے مخدوم رشید کہلائی۔

حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ نے تادم آخر قرآن و حدیث کی تعلیم اتنی جانفشانی سے عام کی کہ مورخ سیاح ابن بطوطہ نے ایک واقعہ کا اس طرح سے ذکر کیا کہ میں جب ملتان سے دہلی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے اس جگہ سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ انتہائی ضعیف العمری کی حالت میں مسجد میں درس حدیث میں مشغول ہیں۔ اُن کے پپوٹے آنکھوں پر بار بار گر جاتے تھے اور انہیں وہ اٹھا کر درس حدیث طالبانِ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی علم و معرفت کی پیاس بجھا رہے تھے۔

جب آپ حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی واپسی پر عازمِ سفر ہوئے تو آپ نے علوم ظاہرہ کے حصول کے ساتھ ساتھ معرفتِ خداوندی میں مزید قرب کی پیاس بجھانے کے لیے نکلے تو ذاتِ الٰہی نے اُس ہستی کی طرف راہنمائی کی جو عرصہ سے ایک شہباز روحانی کی منتظر تھی۔ بس مقصودِ گوہر ایک معلوم وقت اور معین لمحات کا متقاضی تھا تو آپ کو یہ بے مثل نسبت حضور سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں عطا ہوئی جس نے حضور سیدنا غوث اعظم کی تجلیات ابر رحمت کی صورت میں برساتے ہوئے اس منبعِ فیض کو ایک بحرِ بیکراں میں بدل دیا۔ اور پھر اس چشمہ ءِ فیض سے قیامت تک دنیا سیراب ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔

حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کی معاشرتی خدمات

تشکیلِ نوعِ انسانی کے ساتھ سب سے پہلا تصور ایک سلیم العقل ذہن میں جو ابھرتا ہے وہ ہے "معیشت"۔ معاشرہ میں پہلی اور بنیادی ضرورت بقائے انسانی جو دماغ میں جگہ پاتی ہے وہ ہے کہ "ایک انسان زندہ کیسے رہے گا؟" اپنی "بھوک" کیسے مٹائے گا۔ اسی ایک نقطہ پر ایک دُنیا آباد ہوئی ہے۔ اور اسی بھوک کو مٹاتے مٹاتے نوع انسانی نے کئی دفعہ یہ دُنیا مٹا دی۔

دُنیائے افرینش سے تادم آخر کائنات اسی شکست وریخت کا شکار رہی ہے۔ ضرورت تھی تو صرف "بھوک مٹانا" مگر یہ ضرورت جس انسان کی تمام تر حیات پر بعض اوقات حرص بن کر چھا جاتی ہے تو یہی بھوک پھر اتنی بڑھ جاتی ہے کہ تمام "بھوک" کو حرص کی بھوک میں جھونک کر اس دنیا کو جہنم بنا دیتی ہے۔

اسی بھوک والی "حس" کی تہذیب کے لئے خدا نے معاشرتی تشکیل کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ اس ارض عارضی کے لئے بنایا اور ان کے بعد اولیاء و حقیقی علماء دین کو وارث بنایا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے سلسلے کے سرخیل وسید و سردار اور محمد مصطفیٰ علیہ التحیہ الثناء ٹھہرے اور تدریجاً اولیاء کے سلسلے میں حضور سیدنا محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی غوث الوریٰ ٹھہرے۔

اور اسی سلسلے میں حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ نے معاشرت کی ایک ایسی تہذیب کی اور ایسی ترتیب قائم کی کہ اپنی سلطنتِ ظاہرہ اور پوری بے شمار مال و دولت، حق دارانِ معاشرہ میں تقسیم کرتے ہوئے روح اور جسم کی ضرورت کے مطابق، معیشت میں وہ توازن قائم کیا کہ آپ تک اور آپ کی اولاد امجاد اور آپ کے خاندان کو یہ نعمتِ اعلیٰ نصیب ہوئی کہ اپنی ضرورت کے علاوہ مال و دولت سب قابلِ زکوٰۃ ٹھہرا۔ آپ نے اپنی ذاتی ملکیت کا خزانہ جو کہ کروڑوں اشرفیوں میں تھا، اور ایک وسیع خطہ جو کہ آپ کی عملداری میں تھا سب کا سب راہِ خدا میں خیرات کر دیا۔ اور ایسا صرف ایک بار نہیں ہوا بلکہ آپ (حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ) کی زندگی میں بار بار ہوا۔ وہ اس طرح کہ جہاں جہاں آپ کی شادیاں ہوئیں وہ سب کے سب انتہائی مال دار اور خطہ ءِ ارض پر حکمران تھے، جو کچھ اُن کی طرف سے بھی موصول ہوا سب خیرات کر دیا۔ اور یہ معاشرت میں توازنِ معیشت کی بہترین مثال معاشرہ میں قائم ہو گئی۔ اور جو ذہنی بھوک تھی اس عمل جو کہ سنتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا منہج تھا کی وجہ سے ایسی مٹی کہ آپ (حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ) کی تمام اولاد سے مٹ گئی۔ آپ کے فرزندان اور آپ

کے پوتے جنہوں نے آپ کے سامنے زندگی گزاری، اس کا بہترین نمونہ ثابت ہوئے۔

حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی خدمات

حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ مادر زاد ولی ہونے کی نعمت عظمیٰ سے مزین تھے چونکہ اس خاندان کا شمار ہی "منیبین" میں ہوتا ہے، مگر اس اسباب کی دنیا میں "روح" کو جو قربِ الٰہی کی بلندی نصیب ہوئی، وہ صرف آپ ہی کا خاصہ ٹھہری۔ آپ صرف ایک واسطہ سے ہی شہبازِ لامکان، محبوبِ یزداں، ساکنِ کون و مکان، حضور سیدنا عبد القادر کی وراثت عظمیٰ کا بوسیلہ حضرت سید علی ہمدانی بن شاہ یوسف ہمدانی، ٹھہرے اور اس دولت کو برصغیر میں، تصوف اور سلوک کو سبقاً سبقاً اس خطے میں تقسیم کرنے والے فردِ فرید ہوئے۔

روحانی عظمت کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ آپ کے معاصرین جو کہ افلاک، روحانیت، معرفت کے قطب نما لوگ ہیں، حضور زہد الانبیاء حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضور شیخ الاسلام والدین حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جلال الدین سرخ پوش بخاری رحمۃ اللہ علیہ، ان حضرات کے آپ کی شان میں وہ الفاظ روحانی معراج کا منہ بولتا ثبوت ہیں جو اُن ہستیوں نے کوہستان کے سلسلہ مکران کے ساحل پر دورانِ مشاہدہ حق کے اعلیٰ منظر پر بیان کیے۔

> "اس وقت ہم میں سب سے زیادہ قربِ الٰہی اور مشاہدۂ حق میں بھائی عبد الرشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کے جسم کا رواں دواں دیدار الٰہیہ میں مشغول ہے۔"

الغرض آپ کی اپنی ذات سے اپنے فرزندان، اپنے بھائیوں سے اور جلیل القدر خلفاء ہستیوں سے یہ ہندو معاشرہ شرف بہ اسلام ہو کر توحید و رسالت کا ایک عظیم اور طویل سلسلہ ثابت ہوا۔ آپ کے خلفاء اور اولاد نے یہ تمام خطہ جو کہ اخلاقی پستیوں کا مسکن بن چکا تھا، اسلام کی لازوال تعلیم و تربیت کا گہوارہ بن گیا۔

خلاصہ کلام

غرضیکہ حضرت مخدوم عبد الرشید حقّانی رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود مادرزاد ولی ہونے کے، علمی و روحانی طاقت کے اسباب کو ترک نہ کیا بلکہ ہر چیز عملی طور پر منہجِ سنتِ مبارکہ کے مطابق اختیار کی۔ اور قضاء و قدر کے ساتھ ساتھ اختیارِ فرد کا ایک علمی نمونہ پیش کیا۔ دنیا کو اس طرح استعمال کیا کہ دنیا دل میں جگہ نہ پا سکی اور اسباب کو اس طرح ترک نہیں کیا کہ رہبانیت کی عملی تفسیر بن جائے۔ یوں دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی تفسیر اپنی زندگی کو نمونہ بنا کر ہمارے سامنے پیش کر دی۔